قیمتی تحفہ

برائے طلبہ

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے

at-tazkiyah

.... تفصیلات ....

کتاب کا نام	:	قیمتی تحفہ برائے طلبہ
افادات	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ اشاعت	:	رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ، مطابق جون ۲۰۱۷ء
ناشر	:	دار التزکیہ، لیسٹر، یو کے
ای میل	:	publications@at-tazkiyah.com
ویب سائٹ	:	www.at-tazkiyah.com

ملنے کا پتہ

Islāmic Da'wah Academy,
120 Melbourne Road, Leicester
LE2 0DS. UK.
t: +44 (0)116 2625440
e: info@idauk.org

فہرست

تقریظ: حضرت مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم ٧
مکتوبِ گرامی: حضرت مولانا عبدالحمید اسحاق صاحب دامت برکاتہم ٩

حصولِ علم میں رکاوٹیں

دارالعلوم زکریا، جنوبی افریقہ

حصولِ علم میں رکاوٹیں ١٣
طالبِ علم کا مقام ١٤
حافظ ابنِ عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ ١٥
ہماری غفلت ١٥
طالبِ علم کا دربارِ رسالت میں مقام ١٦
اپنی قدر پہچانو! ١٧
حصولِ علم کی راہ میں رکاوٹیں ١٧
پہلی رکاوٹ: معصیت ١٨
اللہ تعالیٰ کی ادنیٰ سی نافرمانی بھی بہت بڑی ہے ١٨
ایذاءِ مسلم بھی گناہِ کبیرہ ہے ١٩
علم نقوش کا نام نہیں، بلکہ عمل کا نام ہے ٢٠
مدرسے میں ایذاءِ مسلم کی صورتیں ٢٢
اساتذہ: ہمارے سب سے بڑے محسن ٢٣
استاذ کا مقام ٢٣
اساتذہ کے ساتھ کیسا معاملہ ہونا چاہئے؟ ٢٤

طالبِ علم کی غفلت سے دین کا ضیاع ۲۵
ہم طالبِ علموں کی کمزوری ۲۶
مدرسہ ماں کے پیٹ کی طرح ہے ۲۷
سلوک وتزکیہ کی ضرورت ۲۷
تلاوت اور ذکر کا بھی اہتمام چاہیے ۲۸
گناہوں سے چھٹکارا کیسے حاصل ہو؟ ۲۹
اساتذہ کی اپنے شاگردوں کے بارے میں تمنّائیں ۳۰
والدین کی تمنّائیں ۳۱
ایک غم زدہ باپ کا قصّہ ۳۲
والدین کی قربانیاں ۳۳
علم پر عمل کرو ۳۴
بڑوں کا علمی مقام عملی مقام کی وجہ سے بلند ہوا ۳۵
ہر عمل سنّت کے مطابق ہو ۳۵
شیطان اور نفس کا مقابلہ کر کے اپنی حفاظت کرو ۳۶
حضرت مسیح الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ملفوظ ۳۶
دوسری رکاوٹ: لایعنی ۳۷
ایک طالبِ علم کا عجیب علمی انہماک ۳۷
حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا طالبِ علمی کے زمانے کا معمول ۳۸
حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیمتی ملفوظ ۳۸
تیسری رکاوٹ: سستی ۳۹
چوتھی رکاوٹ: بے ادبی ۴۰

علم کے ساتھ عمل بھی بہت ضروری ہے

مدرسہ عربیہ اسلامیہ، آزادول، جنوبی افریقہ

علم کے ساتھ عمل بھی بہت ضروری ہے ۴۵
طالبِ علمو! اپنی قدر پہچانو! ۴۶
علم سے وابستہ لوگ بڑے اونچے مقام والے ہیں ۴۶
قبر تک طالبِ علم ۴۷
ہماری دو بیماریاں ۴۸
فیضِ ظاہری کے ساتھ فیضِ باطنی بھی حاصل کرو ۴۹
علم دودھاری تلوار ہے ۴۹
علم محنت اور قربانی چاہتا ہے ۵۰
اپنی 'انا' کو فنا کرو ۵۱
طالبِ علم مدرسے کے امور میں دخیل نہ بنے ۵۲
دوستی کا نقصان ۵۳
طالبِ علم اور تہجّد نہیں پڑھتا؟ ۵۳
سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ہر حدیث پر عمل ۵۵
اہلِ علم کن چیزوں میں دوسروں پر فائق ہیں ۵۵
بغیر عمل کے علم باقی نہیں رہتا ۵۶
ہماری دو خرابیاں ۵۸
طالبِ علمی کا زمانہ ماں کے پیٹ کی طرح ہے ۵۸
اگر علماء ہی بگڑ جائیں تو ۵۹
معصیت قریب بھی نہ آئے ۶۰

حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ پورا سال خطوط نہیں پڑھتے تھے ۶۰
لایعنی اور معصیت سے دور رہو ۶۱
علم کی طرح عمل بھی محنت چاہتا ہے ۶۲
علومِ ظاہرہ اور باطنہ دونوں کو حاصل کرو ۶۲
ہر استاذ کے لئے کم سے کم سو فیصد احترام ضروری ہے ۶۳
بڑے لوگ عمل کی وجہ سے بڑے ہوئے ۶۴
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا حیرت انگیز حافظہ ۶۵
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا جذبۂ عمل ۶۵
گناہوں کی وجہ سے حافظہ کمزور ہو جاتا ہے ۶۶
ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کا محیّرُ العقول حافظہ ۶۷
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حرام غذا سے حفاظت ۶۷
تقویٰ اور توبہ کے لئے تزکیہ کی ضرورت ۶۸
قاری رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسباق کی پابندی میں بے مثال اہتمام ۶۹
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا جذبۂ علم و عمل میں مثالی نمونہ ۷۰
علم پر عمل کرو اور اسے دوسروں تک پہنچاؤ ۷۱
آپ مستقبل کے علماء ہیں ۷۲
خلاصہ ۷۲
مأخذ و مراجع ۷۴

تقریظ

حضرت مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی دار العلوم زکریا، جنوبی افریقہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ، أَمَّا بَعْدُ:

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب کو اللہ تعالیٰ نے گونا گوں خصوصیات سے نوازا ہے، وہ ظاہری اور باطنی، روحانی اور معنوی فضائل کے حامل ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو برطانیہ میں دین کی خدمت کے لئے چن لیا ہے، مسجد اور مدرسہ کی چار دیواری میں کام کرنا زیادہ مشکل نہیں، اس چار دیواری سے باہر متعفّن فضا میں خوشبو بسانا مشکل کام ہے جو مولانا سر انجام دے رہے ہیں، ان کی مجالس اور مواعظ میں آفتاب ومہتاب کا نور، گلستان کی مہک اور بہاروں کی آرائش ہوتی ہے۔

مولانا کے مواعظ ونصائح برطانیہ سے باہر دنیا کے کونے کونے میں مشہور ہیں اور وقتاً فوقتاً بادِ صبا بن کر ابرِ بہاری سے دنیا کے چاروں کونوں کو سیراب کرتے ہیں، میں نے مولانا کے کئی مواعظ سنے، ان میں حسنِ گفتار اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ سکینت واطمینان کی کیفیت ہوتی ہے، اردو میں ان کی شیریں بیانی ایسی دلآویز ہوتی ہے کہ آدمی کا دل چاہتا ہے کہ ان کا وعظ دراز سے دراز تر ہو جائے، اردو میں ان کے لب ولہجہ اور الفاظ وکلمات سن کر ان پر اہلِ زبان ہونے کا یقین ہو جاتا ہے، مولانا علم وعمل کے ساتھ تصوّف کو اس طرح جوڑتے ہیں جیسے دودھ میں شہد ملایا جائے، بزرگوں اور اکابر کی عبارات کو یوں فر فر سناتے ہیں کہ بے

اختیار ان کے حافظے کی داد دینی پڑتی ہے، نوجوانوں کی اصلاح کا زبردست سلیقہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا ہے۔

جب ان کے مدرسے میں عالی درجات کی کتابیں نہیں تھیں تو اس وقت ان کے بعض طلبہ ہمارے یہاں دار العلوم زکریا میں آتے تھے، ہم نے دیکھا کہ وہ اپنے کام سے کام رکھتے تھے، فضولیات سے پرہیز کرتے تھے اور جلوت میں خلوت کے حامل ہوتے تھے۔

میرے پیشِ نظر نصائح کا رسالہ ''**قیمتی تحفہ برائے طلبہ**'' مولانا کی وسعتِ علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے، مولانا حضرت مولانا حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے میکدے کے مے خواروں میں شامل ہیں، ان کے مواعظ میں اس میکدے کی شرابِ معرفت کا ذائقہ بھی ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی صحت اور علم وعمل میں برکت عطا فرمائے اور اُمّت کو ان سے زیادہ سے زیادہ استفادے کی توفیق عطا فرمائے۔

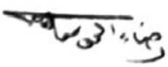

رضاء الحق عفا اللہ عنہ

دار العلوم زکریا جنوبی افریقہ

۱۳ جمادی الأولیٰ ۱۴۳۸ھ

مکتوبِ گرامی

حضرت مولانا عبدالحمید اسحاق صاحب دامت برکاتہم

بانی ومہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ آزادول، جنوبی افریقہ

بِاسْمِہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی

محبِّ مکرّم مخلص مولانا محمد سلیم دھورات صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض ہے کہ حضرت کی کتاب **"قیمتی تحفہ برائے طلبہ"** کا مکمّل مسوّدہ نظرِ نواز ہوا جو در حقیقت ایک انتہائی اہم خطاب کا تحریری مرقّع ہے، بندے کو اس سے استفادہ کا موقع ملا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے لئے سب سے زیادہ نافع ہے۔

ماشاء اللہ، آپ نے نہایت ضروری مضمون بہت خوش اسلوبی سے بیان فرمایا جس کی ہمارے لئے بڑی ضرورت تھی، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی بہترین جزا آپ کو عطا فرمائیں اور اسے نافع اور مقبول بنائیں اور ہمیں اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

والسلام

عبدالحمید اسحاق

بقلم مولانا عبدالرحیم شیخ، استاذ دارالعلوم آزادول

۲۹ جمادی الاُولیٰ ۱۴۳۸ھ

۲۷ فروری ۲۰۱۷ء

شَكَوتُ إِلى وَكيعٍ سُوءَ حِفظي

فَأَرشَدَني إِلى تَركِ المَعاصي

وَأَخبَرَني بِأَنَّ العِلمَ نُورٌ

وَنُورُ اللهِ لا يُهدى لِعاصي

(الإمام الشافعي رحمه الله)

حصولِ علم میں رکاوٹیں

حضرت مولانا **محمد سلیم دھورات صاحب** دامت برکاتہم

بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے

at-tazkiyah

.... تفصیلات ....

وعظ کا نام	:	حصولِ علم میں رکاوٹیں
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ، مطابق دسمبر ۲۰۱۵ء
مقامِ وعظ	:	دار العلوم زکریا، جنوبی افریقہ

حصولِ علم میں رکاوٹیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَہٗ، أَمَّا بَعْدُ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ: مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَھُوَ فِيْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَرْجِعَ[1]، أَوْ کَمَا قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِي، وَيَسِّرْلِي أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ، يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ. سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ. اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَاتِهٖ.

اللہ تعالیٰ شانُہٗ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ایک علمی اور روحانی مرکز میں کچھ وقت گزارنے کی سعادت نصیب فرمائی، ایسے علمی اور روحانی مراکز میں کچھ دینے کے لئے نہیں، بلکہ لینے کے لئے حاضری دی جاتی ہے، آپ حضرات بڑے خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ شانُہٗ نے طلبِ علم کی غرض سے آپ کو ایسے ادارے سے وابستہ کیا ہے جہاں ظاہری اور باطنی دونوں علوم کے ماہرین موجود ہیں، اللہ تعالیٰ شانُہٗ یہاں کی برکات سے مجھے بھی مالا مال فرمائیں اور آپ سب میرے طالبِ علم دوستوں کو بھی اِس مرکزِ علمی اور مرکزِ روحانی کی قدر کی توفیق نصیب فرمائیں۔ (آمین)

---

[1] سنن الترمذي، باب فضل طلب العلم، ح(٢٨٣٧)

طالبِ علم کا مقام

آپ ماشاءاللہ علم کی طلب میں، علم کے حصول کے لئے اپنے گھروں سے نکلے ہیں اور شب وروز آپ کا یہی مشغلہ رہتا ہے، آپ بہت خوش نصیب ہیں اس لئے کہ طالبِ علم کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ[1]
جو شخص علم کی طلب میں نکلتا ہے، وہ اللہ کے راستے میں ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ واپس لوٹے۔

جو شخص طلبِ علم میں اپنے گھر سے نکلتا ہے تو جب تک واپس نہیں لوٹتا اس وقت تک وہ اللہ کے راستے میں ہوتا ہے، طلبہ کا پڑھنا، تکرار کرنا، مطالعہ کرنا، سونا، لیٹنا، کھانا، پینا، یہ سب اللہ کے راستے میں ہے۔

آپ حضرات کا مقام اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت اونچا ہے، اسی لئے آپ جب چلتے ہیں تو فرشتے آپ کے طلبِ علم کے عمل پر خوش ہو کر راستے میں پر بچھاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًا بِمَا يَصْنَعُ[2]
اور بیشک فرشتے اپنے پروں کو طالبِ علم کے لئے رکھتے اور بچھاتے ہیں خوش ہو کر اس عمل پر جسے وہ انجام دے رہا ہے۔

---

[1] سنن الترمذي، باب فضل طلب العلم، ح(۲۶۴۷)

[2] شعب الإيمان، فصل في فضل العلم وشرف مقداره، ح(۱۵۷۳)

حافظ ابنِ عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ

ابنِ عساکر رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے محدّث گزرے ہیں، یہ طلبِ علم کے لئے شام سے سفر کر کے نیشاپور اس وقت کے بڑے محدّث امام ابوعبداللہ الفراوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے، امام ابو عبداللہ الفراوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اُس طالبِ علم میں طلبِ علم کی اتنی حرص تھی کہ تین دن میں اس نے مجھے تھکا دیا۔

میرے عزیزو! ذرا سوچو کہ اس طالبِ علم کو طلبِ علم کا کتنا چسکا ہوگا کہ اس نے استاذ کو تھکا دیا، وہ بار بار استاذ کے پاس جاتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے پڑھاؤ۔ سبق سے اُٹھنے کا نام نہیں لیتا تھا، تین دن میں استاذ اتنے تنگ ہو گئے کہ انہوں نے قسم کھالی کہ یہ طالبِ علم اگر پڑھنے کے لئے آئندہ کل میرے پاس آیا تو میں اس کے لئے دروازہ نہیں کھولوں گا۔

ہماری غفلت

طلبِ علم کے سلسلے میں ہمارا حال کیا ہے؟ چھٹی سے آدھے گھنٹے پہلے سے ہماری نظر گھڑی پر رہتی ہے کہ ابھی تیس منٹ باقی ہیں، ابھی پچیس منٹ باقی ہیں، ابھی دس منٹ باقی ہیں، ابھی پانچ منٹ باقی ہیں، اگر استاذِ محترم سبق کو مکمّل کرنے کے لئے چھٹی دینے میں کبھی دو چار منٹ تاخیر کرتے ہیں تو ہمارے دل میں تنگی پیدا ہوتی ہے۔

میرے عزیز طلبہ! اسی انحطاط کی وجہ سے ہم کام کے نہیں بنتے اور فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ شانہٗ ہم لوگوں سے کام نہیں لیتے، آپ تھوڑی دیر کے لئے سوچیں کہ امام ابوعبداللہ الفراوی رحمۃ اللہ علیہ اُس زمانے کے ایک بڑے محدّث ہیں، کیا ان کو حدیث پڑھانے کا شوق نہیں ہوگا؟ وہ پڑھانے کے بارے میں ضرور حریص ہوں گے کہ میرے پاس کوئی طالبِ علم آئے

اور حدیث پڑھ کر اس کی اشاعت کرے، ایسے حریص استاذ کہہ رہے ہیں کہ اُس طالبِ علم میں اتنی حرص تھی کہ اُس نے مجھے تھکا دیا اور قسم کھانے پر مجبور کر دیا۔

طالبِ علم کا دربارِ رسالت میں مقام

امام الفراوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں دوسرے دن صبح اُٹھا، کسی نے دروازے کو کھٹکھٹایا، میں نے دروازہ کھولا، علیک سلیک کے بعد اس آنے والے نے کہا:

أَنَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْكَ

میں آپ کے پاس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد بن کر آیا ہوں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا:

اِمْضِ إِلَى الْفَرَاوِيِّ وَقُلْ لَهُ: قَدِمَ بَلَدَكُمْ رَجُلٌ شَامِيٌّ أَسْمَرُ اللَّوْنِ يَطْلُبُ حَدِيْثِيْ فَلَا تَمَلَّ عَنْهُ

تم صبح ابو عبداللہ الفراوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ تمہارے علاقے میں شام سے ایک شخص آیا ہے، گندم گوں رنگ والا، وہ میری حدیث کی طلب میں آیا ہے، اس سے اُکتانا مت۔

دیکھو میرے عزیز طلبہ! طالبِ علم کا مقام کتنا اونچا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بڑے محدّث کو پیغام بھیج رہے ہیں کہ ایک طالبِ علم شام سے نیشاپور تک میری حدیث کی جستجو میں آیا ہے، جب وہ تمہارے پاس پڑھنے کے لئے آئے تو اس سے اُکتانا مت، راوی کہتے ہیں:

فَوَاللّٰهِ مَا كَانَ الْفَرَاوِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَقُوْمُ حَتّٰى يَقُوْمَ الْحَافِظُ[1]

---

[1] تذکرۃ الحفاظ: ۸۷/۴

اللہ کی قسم! امام الفراوی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت تک درس کی مجلس سے نہیں اُٹھتے تھے جب تک حافظ ابنِ عساکر نہیں اُٹھتے تھے۔

خواب والے واقعے کے بعد امام الفراوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا معمول بنالیا تھا کہ جب تک ابنِ عساکر خود یہ نہیں کہتے تھے کہ بس اب میں جانا چاہتا ہوں۔ اس وقت تک امام الفراوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی طرف سے نہیں کہتے تھے کہ بس کرو۔

اپنی قدر پہچانو!

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب دارالعلوم کراچی تشریف لے گئے اور طلبہ اور اساتذہ میں گفتگو کرنے کے لئے مسجد میں تشریف لائے تو اس وقت صرف ایک جملہ ارشاد فرمایا کہ طالبِ علمو! اپنی قدر پہچانو![1] آج طلبہ کو اپنی قدر پہچاننے کی ضرورت ہے، جن کا علمی مشغلہ ہے، جن کی علم سے وابستگی ہے، انہیں اپنی قدر پہچاننے کی ضرورت ہے کہ اللہ جلَّ جلالُہ وعمَّ نوالُہ نے انہیں کتنا اونچا مقام عطا فرمایا ہے۔

حصولِ علم کی راہ میں رکاوٹیں

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے طالبِ علم کے مقام کو بلند کیا ہے اور اسے بہت اونچا مقام عطا فرمایا ہے، اسی وجہ سے شیطان اس کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، ان میں سے بعض موٹی موٹی رکاوٹوں کو سمجھنا ہر طالبِ علم کے لئے بہت ضروری ہے، طالبِ علم کو چاہئے کہ ان رکاوٹوں کو اچھی طرح سمجھ کر ان سے بچنے کی پوری کوشش کرے تاکہ وہ ناکامی سے محفوظ رہے۔

---

[1] اصلاحی خطبات: ۷/۱۰۴

پہلی رکاوٹ: معصیت

سب سے پہلی اور سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والی رکاوٹ معصیت ہے، آپ اپنے اساتذہ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار کئی مرتبہ سن چکے ہوں گے:

شَكَوْتُ إِلٰى وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِيْ
فَأَرْشَدَنِيْ إِلٰى تَرْكِ الْمَعَاصِيْ
وَأَخْبَرَنِيْ بِأَنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ
وَنُوْرُ اللّٰهِ لَا يُهْدٰى لِعَاصِيْ

میں نے اپنے استاذ امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی، تو انہوں نے گناہوں کو چھوڑنے کی طرف میری رہنمائی فرمائی، اور مجھے بتایا کہ علم (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک نور ہے، اور اللہ تعالیٰ کا نور نافرمان کو عطا نہیں کیا جاتا۔

امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد محمد بن ادریس الشافعی کی رہنمائی کی اور فرمایا کہ معاصی سے اجتناب کرو، گناہوں سے دور رہو، اس لئے کہ علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور کا ایک عطیہ ہے اور جو گنہگار ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کا نور نہیں ملتا، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ علم کا مرکز دل ہے، اور جو دل گناہوں سے آلودہ ہو جاتا ہے وہ اس قابل نہیں رہتا کہ اس میں پاک علم داخل ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ادنیٰ سی نافرمانی بھی بہت بڑی ہے

اس لئے سب سے پہلی چیز جس کی طرف طلبہ کو توجّہ کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ

زندگی گناہوں سے پاک رہے، زندگی تقوے والی ہو، کبیرہ اور صغیرہ دونوں قسم کے گناہوں سے دوری ہو، گناہ چاہے صغیرہ ہو یا کبیرہ، وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہر حال میں بڑی چیز ہے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے:

كُلُّ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ فَهُوَ كَبِيْرَةٌ[1]

ہر وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے وہ بڑا ہی ہے۔

ہر وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے منع فرمایا ہے، چاہے اس کا تعلّق کبائر سے ہو یا صغائر سے، وہ بڑا ہی ہے، ہمارے خالق اللہ تعالیٰ کی ادنیٰ سی نافرمانی بھی بڑی عظیم چیز ہے اس لئے اس سے خوب بچنا چاہئے، یہ حصولِ علم میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، اس سے علمی فیضان رُک جاتا ہے، لہٰذا ہر طالبِ علم کو چاہئے کہ ابھی اسی وقت عزم کرلے کہ آئندہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی کوئی نافرمانی نہیں ہوگی، اور اگر کوئی لغزش ہوجائے تو فوراً توبہ کرلے اس لئے کہ گناہ ہوجانے پر توبہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، گناہ ہوا تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی، گناہ کرنے کے بعد توبہ نہیں کی تو یہ اللہ تعالیٰ کی دوسری نافرمانی ہوگی، لہٰذا یہ عزم کرلو کہ اب سے کوئی گناہ نہیں کریں گے اور اگر ہوگیا تو فوراً توبہ کرلیں گے، تو اللہ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ کی نافرمانی سے دور رہنا ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ شانہٗ اس پر علمی فیضان فرماتے ہیں۔

ایذاءِ مسلم بھی گناہِ کبیرہ ہے

اس سلسلے میں ایک اہم بات یہ ہے کہ بورڈنگ (boarding) میں اور مدرسے میں

---

[1] المعجم الکبیر، ح([۱۸] ۲۹۳)

رہتے ہوئے کسی کو ہماری طرف سے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں پہنچنی چاہئے، اس لئے کہ ایذاءِ مسلم بھی گناہِ کبیرہ ہے، طالبِ علمی کے زمانے میں اس کا ہمیں خیال نہیں رہتا، ہم کسی کو ستاتے ہیں، تمسخر میں مبتلا ہوجاتے ہیں، چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں، مذاق اُڑاتے ہیں، اس ایذاء رسانی سے علمی فیضان رُک جاتا ہے، اور اس قسم کی شرارتوں میں ذہین طلبہ زیادہ مبتلا ہوتے ہیں، اس لئے کہ وہ ذہین ہونے کی وجہ سے دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، انہیں چھیڑتے ہیں، اگر کلاس میں عبارت پڑھنے میں کسی سے غلطی ہوجاتی ہے تو اسے چھیڑنے کا سلسلہ کئی سالوں تک چلتا رہتا ہے، بلکہ فراغت کے بعد بھی، اور اللہ جلَّ جلالُہ وعمَّ نوالُہ دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ اُس بیچارے کمزور طالبِ علم کا دل دُکھ رہا ہے اور وہ مسکین اس کا اظہار بھی نہیں کر پاتا، تو اس قسم کے ستانے والے طلبہ کو ذہین ہونے کی وجہ سے عبارتیں بھی بہت یاد ہوتی ہیں، اقوال بھی بہت یاد ہوتے ہیں، وہ اوّل نمبر سے پاس بھی ہوتے رہتے ہیں، لیکن انہیں اس گناہ کی وجہ سے علم کا نور نصیب نہیں ہوتا، علم پر عمل کی توفیق نہیں ملتی، اور ان سے علم اور مخلوق کی خدمت کا کام نہیں لیا جاتا۔

علم نقوش کا نام نہیں، بلکہ عمل کا نام ہے

الفاظ، حروف اور نقوش کا نام علم نہیں ہے، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

الْعِلْمُ مَا نَفَعَ، لَيْسَ الْعِلْمُ مَا حُفِظَ[1]

علم تو وہ ہے جو نفع پہنچائے یعنی عمل پر لے آئے، علم ان عبارات اور الفاظ کا نام نہیں ہے جنہیں ذہن میں محفوظ کرلیا جاتا ہے۔

[1] سير أعلام النبلاء: ۸۹/۱۰

علم وہ حروف نہیں ہیں جنہیں ایک طالبِ علم یاد کر لیتا ہے، طالبِ علم جن الفاظ کو، جن حروف کو اپنے ذہن کے گوشے میں محفوظ کر لیتا ہے وہ حقیقی علم نہیں ہے، حقیقی علم تو وہ ہے جس پر طالبِ علم کو عمل کی توفیق ملتی ہے، ایک طالبِ علم نے یہ سیکھ لیا اور یاد کر لیا کہ پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں، یہ تو ایک عبارت ہے جو اسے یاد ہوگئی، یہ علم نہیں ہے، اس کا تعلّق معلومات سے ہے، ابھی اسے اس عبارت کا علم حاصل نہیں ہوا، ہاں، اگر وہ پانچ وقت کی نمازوں کو اہتمام سے پڑھتا بھی ہے تو کہا جائے گا کہ اسے اس کا علم بھی حاصل ہو گیا ہے، حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

لَيْسَ الْعَالِمُ الَّذِيْ يَعْرِفُ الْخَيْرَ وَالشَّرَّ، إِنَّمَا الْعَالِمُ الَّذِيْ يَعْرِفُ الْخَيْرَ فَيَتَّبِعُهُ وَيَعْرِفُ الشَّرَّ فَيَجْتَنِبُهُ[1]

عالم وہ نہیں ہے جو خیر اور شر کو پہچان کر سمجھ لے، حقیقت میں عالم کہے جانے کے قابل تو وہ شخص ہے جو خیر کو پہچان کر اس کی اتّباع کرتا ہے اور شر کو پہچان کر اس سے دور رہتا ہے۔

وہ شخص جو صرف خیر اور شر میں تمیز کر سکے، جائز اور نا جائز میں تمیز کر سکے، صحیح اور غلط میں تمیز کر سکے کہ یہ جائز ہے، یہ نا جائز ہے، یہ حلال ہے، یہ حرام ہے، یہ اچھا ہے، یہ بُرا ہے، وہ عالم کہلائے جانے کے قابل نہیں ہے، حقیقت میں عالم کہلائے جانے کے قابل تو وہ شخص ہے جو خیر کا علم حاصل کرتا ہے، بھلائی کے بارے میں جان کاری حاصل کرتا ہے، پھر اس کی اتّباع کرتا ہے اور اس کو اپنی زندگی میں لے آتا ہے، اور شر کو پہچان لیتا ہے، بُرائی کے بارے میں جان کاری حاصل کر لیتا ہے کہ یہ بُرا ہے، یہ غلط ہے، یہ نا جائز ہے، اور پھر اس

[1] تہذیب الکمال: ۲۲۷/۳

سے بچتا ہے۔

مدرسے میں ایذاءِ مسلم کی صورتیں

ہم نے یہ حدیث پڑھ لی:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ[1]

کامل مسلم وہ ہے یا مسلم کہلائے جانے کے قابل وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان صحیح سالم رہیں۔

اس حدیث سے ہمیں معلوم ہوا کہ حقیقت میں مسلم کہلائے جانے کے قابل وہی شخص ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان صحیح سالم رہیں، جب تک ہم اس حدیث کو عملی جامہ نہ پہنائیں اس وقت تک اس حدیث کا حقیقی علم ہمیں حاصل نہیں ہوا، اکثر طلبہ بالغ ہیں اور مکلّف، اس لئے مدرسے میں رہتے ہوئے ہمیں اس بات کا خوب خیال رکھنا چاہئے کہ ہمارے قول سے، ہمارے فعل سے کسی کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچے، ہر شخص خیال رکھے کہ بیت الخلاء سے نکلے تو صاف کر کے نکلے، وضوء کر کے اُٹھے تو صاف چھوڑ کر اُٹھے، مطبخ سے نکلے تو اپنی جگہ صاف کر کے نکلے، bedroom (سونے کے کمرے) میں چار پانچ طالبِ علم ایک ساتھ رہتے ہیں تو ہماری وجہ سے دوسرے ساتھیوں کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچنی چاہئے، یہ بھی ایذاءِ مسلم ہے کہ کچھ ساتھی تو سو رہے ہیں اور باقی اس طرح باتیں کر رہے ہیں کہ سونے والوں کی نیند میں خلل ہو رہا ہے، چار صفائی ستھرائی کے ساتھ رہتے ہیں اور ایک گندا رہتا ہے، ایک صفائی ستھرائی کے ساتھ رہتا ہے اور باقی گندے رہتے ہیں، یہ

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، ح(١٠)

ایذاءِ مسلم ہے، یہ گناہِ کبیرہ ہے، اور اس کا روزانہ بار بار ارتکاب ہوتا ہے جس کی وجہ سے ہمارے دل گندے ہوجاتے ہیں، اور جب دل گندے ہوجاتے ہیں تو ہم علم کی برکات سے محروم رہتے ہیں۔

اساتذہ: ہمارے سب سے بڑے محسن

طلبہ تو طلبہ، ہماری حرکتوں سے بسا اوقات ہمارے محسنین یعنی ہمارے اساتذہ کو بھی تکلیف پہنچتی ہے، اساتذہ سے بڑھ کر ہمارا کون محسن ہوسکتا ہے؟ جب ہم مدرسے میں داخل ہوتے ہیں تو ہمارے اندر حقیقی معنی میں انسانیت نہیں ہوتی، ہمارے پاس علم نہیں ہوتا، ان کی محنتوں کے نتیجے میں کچھ سوجھ بوجھ آتی ہے، زندگی گزارنے کا سلیقہ معلوم ہوتا ہے، یہ ہمارے محسن ہیں جو ہمیں علم کے الفاظ بھی سکھاتے ہیں اور ان الفاظ کی حقیقت ہماری زندگی میں کیسے آجائے اس کی بھی فکر کرتے ہیں، ہم انہی کا دل دُکھاتے ہیں، کلاس میں بیٹھ کر ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ ان کو ایذاء پہنچتی ہے، ہم سبق کے لئے تاخیر سے آتے ہیں، سبق یاد نہیں کرتے، بورڈنگ اور مدرسے میں جس طرح رہنا چاہئے اس طرح نہیں رہتے، ان سب چیزوں سے ان کو ایذاء پہنچتی ہے، ایسا طالبِ علم کیسے کامیاب ہوگا؟ بزرگوں کا سالہا سال کا تجربہ ہے کہ جو طالبِ علم اپنے اساتذہ کو دُکھ پہنچاتا ہے، جو اپنے اساتذہ کے لئے تکلیف کا باعث بنتا ہے، ایسا طالبِ علم، علم سے اور علم کی خدمت سے محروم رہتا ہے۔

استاذ کا مقام

عزیز طلبہ! استاذ کا مقام بہت اونچا ہوتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

أَنَا عَبْدُ مَنْ عَلَّمَنِيْ حَرْفاً، إِنْ شَاءَ بَاعَ وَإِنْ شَاءَ أَعْتَقَ[1]

میں اس شخص کا غلام ہوں جس نے مجھے ایک حرف سکھا دیا، وہ میرا آقا ہو گیا، اگر وہ چاہے تو مجھے بیچ ڈالے اور اگر چاہے تو مجھے آزاد کر دے۔

ایک شاعر نے کہا ہے:

رَأَيْتُ أَحَقَّ الْحَقِّ حَقَّ الْمُعَلِّمِ
وَأَوْجَبَهُ حِفْظاً عَلٰى كُلِّ مُسْلِمِ
لَقَدْ حَقَّ أَنْ يُهْدٰى إِلَيْهِ كَرَامَةً
لِتَعْلِيْمِ حَرْفٍ وَاحِدٍ أَلْفُ دِرْهَمِ

میں نے بہت بڑا اور ہر مسلمان پر بہت زیادہ ضروری حق معلّم کا حق دیکھا، بلاشبہ یہ بات حق ہے کہ استاذ کو ہر حرف کے بدلے ہزار درہم اکراماً ہدیہ کئے جائیں۔

میں نے حقوق میں بہت بڑا حق معلّم کا حق پایا، یہ اتنا اہم حق ہے کہ ہر مسلمان کو اس کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیے، یہ حق اتنا بڑا ہے کہ شاگرد کو چاہیے کہ استاذِ محترم کو بطورِ اکرام ایک ایک حرف کے بدلے ایک ایک ہزار درہم ہدیہ دے، معلوم ہوا کہ ہماری زندگیاں ختم ہو جائیں گی مگر ہم اپنے اساتذہ کا حق نہیں ادا کر پائیں گے۔

اساتذہ کے ساتھ کیسا معاملہ ہونا چاہیے؟

میرے بھائیو! جن لوگوں نے جو کچھ پایا وہ اپنے اساتذہ کی توجّہ اور دعائیں حاصل کر

[1] السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، ص:٨

کے پایا، ہم چونکہ آزادی کے دور میں زندگی گزار رہے ہیں اس وجہ سے ہم اساتذہ کی کماحقہٗ قدر نہیں کرتے، ہمارے اسلاف کا کیا رویّہ تھا؟ محدّث مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كُنَّا نَهَابُ إِبْرَاهِيْمَ هَيْبَةَ الْأَمِيْرِ[1]
ہم اپنے استاذ ابراہیم سے اس طرح ڈرا کرتے تھے جیسے رعیت کا کوئی فرد خلیفۃُ المسلمین سے ڈرا کرتا ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَداً أَوْقَرَ لِلْمُحَدِّثِيْنَ مِنْ يَحْيَى بْنِ مَعِيْنٍ[2]
میں نے یحییٰ بن معین سے زیادہ محدّثین کا احترام کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔

میرے عزیزو! عرض یہ کررہا ہوں کہ علم کے لئے جتنے موانع ہیں، جتنی رکاوٹیں ہیں، ان سے خوب دور رہو، وہ تمام حضرات جنہوں نے اونچا مقام پایا اسی لئے پایا کہ انہوں نے اس بات کا پورا اہتمام کیا کہ حصولِ علم کے لئے جو موانع تھے ان سے بہت دور رہے، اس کے لئے انہیں جو کچھ بھی کرنا پڑا وہ کیا۔

طالبِ علم کی غفلت سے دین کا ضیاع

میرے دوستو! میں بھی آپ کی طرح ایک طالبِ علم ہوں اور دل کو دُکھ پہنچانے والی باتوں کا تذکرہ ہم آپس میں اپنے درمیان ہی کر سکتے ہیں، آج کل ہم طالبِ علموں میں کمزوریاں پائی جاتی ہیں، اور یہ بات دُکھ کی صرف اس لئے نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے ایک

[1] سنن الدارمي، باب في توقير العلماء، ح(۴۲۲)

[2] تدريب الراوي، ص: ۵۸۹

فرد ضائع ہو رہا ہے، بلکہ اس لئے بھی ہے کہ اس کی وجہ سے دین ضائع ہو رہا ہے، آپ حضرات علم کو اپنے اساتذہ سے لے کر دوسروں تک پہنچانے کے لئے ایک منتخب طبقہ ہیں، یہ علم اللہ جلَّ جلالُہ وعمَّ نوالُہ نے ہمارے اساتذہ کو ان کے اساتذہ سے پہنچایا، اگر ہم نے احتیاط سے کام نہیں لیا، ہم نے اپنی قدر نہیں پہچانی، ہم نے اپنا خیال نہیں رکھا تو یہ علم ان حضرات سے ہماری طرف منتقل نہیں ہوگا اور ضائع ہو جائے گا، اور علم ضائع ہوگا تو دین ضائع ہوگا اس لئے کہ یہ علم ہی تو دین ہے، امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ[1]

بیشک یہ علم ہی تو دین ہے۔

طالبِ علم کی سستی اور غفلت کی وجہ سے علم ضائع ہوگا، اور علم ضائع ہوگا تو دین ضائع ہوگا۔

ہم طالبِ علموں کی کمزوری

آج کل ہم طالبِ علموں میں دو خرابیاں آگئی ہیں، ایک یہ کہ جب تک ہم دورۂ حدیث سے فارغ نہیں ہوتے اس وقت تک ہم اپنے آپ کو بچّہ ہی سمجھتے رہتے ہیں، بدقسمتی سے اکثر طلبہ کا حال یہ ہوتا ہے کہ جو غیر ذمّہ دارانہ attitude (رویّہ) عربی اوّل میں ہوتا ہے، دورۂ حدیث میں پہنچنے کے بعد بھی وہی رہتا ہے۔

ہماری ایک دوسری کمزوری یہ ہے کہ اچھے اچھے خیالات جو دل میں جنم لیتے ہیں، انہیں ہم ٹالتے رہتے ہیں کہ ان شاء اللہ ان کاموں کو کریں گے مگر فارغ ہونے کے بعد، آپ

---

[1] صحيح مسلم، مقدّمة الإمام مسلم رحمة الله عليه، باب في أنّ الإسناد من الدين

کے یہاں ماشاء اللہ اساتذۂ کرام میں سے کئی ایسے ہیں جو میرے اساتذہ کے مقام پر ہیں، میرے بزرگ ہیں، میں ان کی زیارت کو، ان کی ملاقات کو اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں، میں جو کچھ عرض کررہا ہوں مجھے یقین ہے کہ یہ حضرات ضرور آپ کو اس سے بہتر نصیحت کرتے ہوں گے، اتنے سالوں میں پتا نہیں ان حضرات سے مجموعی طور پر آپ حضرات نے کتنی نصیحتیں سنی ہوں گی اور آپ کے دلوں میں کتنے اچھے اچھے خیالات پیدا ہوئے ہوں گے، مگر اکثر طلبہ کی عادت یہ ہے کہ وہ ایسے اچھے خیالات کو ٹال دیتے ہیں، سوچتے ہیں کہ کریں گے مگر فارغ ہونے کے بعد، اس غلطی کی اصلاح کی فوری ضرورت ہے، اس لئے کہ اگر طالبِ علمی کے زمانے میں اخلاقی تربیت نہیں ہوئی تو آگے بہت مشکل ہوگا۔

مدرسہ ماں کے پیٹ کی طرح ہے

ایک بات ذہن نشین کر لیجئے کہ یہ مدرسہ ماں کے پیٹ کی طرح ہے، بچّہ اپنی ماں کے پیٹ سے جس نقص کو لے کر پیدا ہوتا ہے وہ نقص اس کے ساتھ زندگی بھر رہتا ہے، اگر وہ اندھا پیدا ہوتا ہے تو اسے کوئی بینائی نہیں دے سکتا، اگر لولا پیدا ہوتا ہے تو وہ لولا ہی رہے گا، اگر لنگڑا پیدا ہوتا ہے تو وہ لنگڑا ہی رہے گا، اگر بہرا پیدا ہوتا ہے تو وہ بہرا ہی رہے گا، اگر گونگا پیدا ہوتا ہے تو وہ گونگا ہی رہے گا، یہ مدرسہ بھی مادرِ رحم کی طرح ہے، یہ طالبِ علمی کا زمانہ ماں کا پیٹ ہے، جو کچھ بننا ہو اس میں رہتے ہوئے بن جاؤ، یہاں سے جو ناقص نکلے گا وہ ناقص رہے گا اور جو کامل نکلے گا وہ کامل رہے گا، بلکہ ان شاء اللہ وہ اکملیّت کی طرف بڑھتا رہے گا۔

سلوک وتزکیہ کی ضرورت

میں عرض کررہا تھا کہ یہ عزم کرو کہ آج سے ہم کوئی گناہ نہیں کریں گے، اوراگرکوئی گناہ ہوگیا تو فوراً توبہ کرلیں گے، اس سلسلے میں سلوک اورتزکیہ کی طرف بھی توجّہ کرنی چاہیئے، یہاں بڑے اکابر موجود ہیں، صاحبِ نسبت بزرگ موجود ہیں، علماءان کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ اللہ جلَّ جلالُہ وعمَّ نوالُہ نے ان حضرات کوعلمی اورروحانی دونوں اعتبار سے نوازا ہے، اورآپ حضرات یہاں چھ سال، آٹھ سال، دس سال گزاریں اوران سے اس لائن کا استفادہ نہ کریں، یہ بڑے افسوس کی بات ہوگی، یہ حضرات چونکہ ظاہری اور باطنی دونوں علوم میں ماہرہیں اس لئے آپ کوتزکیہ کی راہ میں اس طرح چلائیں گے کہ آپ کا علمی نقصان بھی نہیں ہوگا، اپنی اصلاح کے لئے کسی صاحبِ کمال اور صاحبِ دل سے وابستہ ہونا ضروری ہے، اس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ جینے کا سلیقہ بھی آجائے گا اورحسنِ خاتمہ بھی نصیب ہوگا، حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشادفرماتے ہیں:

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختر
اُسے آگیا ہے جینا اُسے آگیا ہے مرنا

جس کوکسی بزرگ کی، کسی صاحبِ دل کی، کسی اللہ والے کی صحبت نصیب ہوجاتی ہے، اُسے جینے کا سلیقہ آجاتا ہے، پھر وہ اللہ جلَّ جلالُہ وعمَّ نوالُہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارتا ہے، اس کی زندگی اتباعِ سنّت والی ہوجاتی ہے، اورقاعدہ ہے کہ جیسی زندگی ویسی موت، اس لئے اسے اللہ تعالیٰ کی رضا اورحسنِ خاتمہ کے ساتھ ولایت والی موت بھی نصیب ہوتی ہے۔

تلاوت اور ذکر کا بھی اہتمام چاہئے

میرے عزیزو! ہر طالبِ علم کو تلاوتِ کلامِ پاک کا اہتمام کرنا چاہئے، اگر تین پارے ہو سکے تو تین پڑھے، اگر دو ہو سکے تو دو پڑھے، اگر ایک ہو سکے تو ایک پڑھے، اور ایک نہ ہو سکے تو آدھا پڑھے، اگر صرف پاؤ پارہ ہو سکے تو پاؤ پڑھے، مگر بالاہتمام پڑھے اس لئے کہ تلاوتِ کلامِ پاک سے دل صاف ہوتا ہے، گناہ کی آلودگیوں کو قرآن کی تلاوت دھو دیتی ہے، اس سے علم میں برکت ہوگی، اس کے ساتھ ہلکا پُھلکا ذکر بھی کرنا چاہئے، چلتے پھرتے روزانہ سو مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھنا چاہئے، سو مرتبہ استغفار پڑھ لینا چاہئے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے متوسّلین کو روزانہ کم سے کم تین سو مرتبہ درودِ پاک پڑھنے کی تعلیم فرماتے تھے۔[1] تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ سو مرتبہ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ سو مرتبہ، صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تین سو مرتبہ، یہ کیا مشکل ہے؟ درس گاہ سے اپنے کمرے تک جاتے ہوئے سو مرتبہ استغفار ہو جائے گا، وہاں سے آتے ہوئے سو مرتبہ درودِ پاک ہو جائے گا، یہاں سے پھر جاتے ہوئے سو مرتبہ درودِ پاک ہو جائے گا، تھوڑا تھوڑا کر کے اتنا ہو جائے گا کہ آپ اندازہ نہیں لگا سکتے، اور اس کے ساتھ یہاں کے اکابرین اور بزرگانِ دین سے اپنے آپ کو وابستہ کرو، ان کی رہنمائی میں دل کو صاف ستھرا بنانے کی سعی کرو، اس سے آپ کو گناہوں سے بچنے میں رہنمائی ملے گی اور علم میں بہت برکت ہوگی۔

گناہوں سے چھٹکارا کیسے حاصل ہو؟

بہت سے طلبہ گناہوں والی زندگی گزارتے ہیں، مشکوٰۃ شریف پڑھ رہے ہیں، جلالین

---

[1] تذکرۃ الرشید: ۲/۱۵۴

شریف پڑھ رہے ہیں، دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھ رہے ہیں اور بدنظری کے شکار ہوتے ہیں، نماز میں سستی اور غفلت ہوتی ہے، گھر جاتے ہیں تو فجر کی نماز چھوٹ جاتی ہے، فلم دیکھ لیتے ہیں، موسیقی سنتے ہیں، غلط دوستوں کے ساتھ اِدھر اُدھر گھومتے ہیں، ان میں بہت سے طلبہ ایسے ہوتے ہیں جنہیں ان بُرائیوں کا احساس ہوتا ہے، مگر ان کو سمجھ میں نہیں آتا کہ ان گناہوں سے کیسے چھٹکارا پائیں، میرے بھائیو! جیسے علمِ نحو کے لئے ماہرین ہیں، علمِ صرف کے لئے ماہرین ہیں، علمِ تفسیر کے لئے ماہرین ہیں اور ان کی صحبت میں بیٹھ کر ہم ان علوم کو حاصل کرتے ہیں، اسی طرح ان گناہوں سے نجات دلانے کے لئے بھی ماہرین ہوتے ہیں، اپنے آپ کو ان سے وابستہ کرو، اور آپ بہت خوش نصیب ہیں کہ آپ کو اِدھر اُدھر تلاش کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے، وہ حضرات اسی مدرسے میں آپ کے سامنے موجود ہیں، ان کی رہنمائی میں چل کر اپنی اصلاح کراؤ۔

دوبارہ میں عرض کرتا ہوں کہ گناہوں سے بچو اور اگر گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرو، یہ عزم کرلو کہ جان چلی جائے مگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کریں گے، افسوس ہے کہ بعض طالبِ علم اس کی فکر ہی نہیں کرتے اور دورۂ حدیث تک پہنچ جانے کے بعد بھی معصیت کا معاملہ ان کی نظروں میں بہت ہلکا ہوتا ہے، اپنے دوستوں کے سامنے گناہِ کبیرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے نہیں شرماتے، ایسے طلبہ فارغ ہونے کے بعد اُمّت کی فلاح وصلاح کا ذریعہ کیسے بن سکتے ہیں؟

اساتذہ کی اپنے شاگردوں کے بارے میں تمنّائیں

میرے عزیزو! میں آپ کا استاذ نہیں ہوں پھر بھی میری یہ چاہت ہے کہ آپ میں

سے ہر شخص ایسا بن کر نکلے جو پوری اُمّت کو سنبھال لے، تو آپ کے اساتذہ جو آپ کو پڑھاتے ہیں، آپ کے پیچھے دن رات محنت کرتے ہیں، راتوں کو ایک ایک دو دو بجے تک جاگ کر مطالعہ کرتے ہیں، تہجّد کے وقت اُٹھ کر آپ کے لئے دعا کرتے ہیں، ان کی کتنی چاہت ہوگی؟

میرے مشفق استاذ حضرت مولانا ہاشم صاحب دامت برکاتہم حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں، میں نے آپ سے تفسیر اور حدیث کے علاوہ اور بھی کئی کتابیں پڑھی، آپ کی میرے اوپر بہت شفقتیں رہیں اور اب بھی ہیں، آپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ مولانا! تمہارا کام دیکھ کر میرا دل باغ باغ ہوجاتا ہے، تمہاری ترقّی کو میں اپنی ترقّی سمجھتا ہوں۔

میں نے اپنے محبوب شیخ حضرت حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لکھ پتی باپ کے دل میں کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ میں لکھ پتی ہوں اس لئے میرے بیٹے کو لکھ پتی نہیں بننا چاہئے، مجھ سے کم درجے کا رہنا چاہئے، نہیں، بلکہ لکھ پتی باپ کے دل میں ہمیشہ یہ چاہت رہتی ہے کہ کاش کہ میرا بیٹا کروڑ پتی ہوجائے۔ یہ فرما کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مخلص استاذ اور مخلص شیخ کا بھی یہی حال ہوتا ہے، مخلص شیخ روحانیت کے جس مقام پر ہوتا ہے، وہ اپنے مرید کے لئے دل میں یہی تمنّا کرتا ہے کہ کاش کہ میرا مرید اس سے بھی آگے بڑھ جائے، اور اسی طرح مخلص استاذ کے دل میں بھی یہی تمنّا ہوتی ہے کہ میں کئی سالوں کی محنت کے بعد ریاض الصّالحین تک پہنچا ہوں، اللہ کرے کہ میرا شاگرد میری زندگی ہی میں بخاری شریف پڑھانے والا بن جائے۔

والدین کی تمنّائیں

آپ حضرات کو آپ کے والدین نے یہاں یوں ہی چھ سال گزارنے کے لئے نہیں بھیجا ہے، ان کی نیت صرف یہ نہیں ہے کہ باہر کے ماحول سے آپ بچ جائیں، نہیں، وہ جب آپ کو یہاں بھیجتے ہیں تو ان کے ذہنوں میں یہ ہوتا ہے کہ ہمارا بیٹا حضرت مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم جیسا بنے گا، مولانا علاء الدین صاحب دامت برکاتہم جیسا بنے گا، مولانا شبیر سالوجی صاحب دامت برکاتہم جیسا بنے گا، اور یہاں کے دیگرا کابر جیسا بنے گا اور ہمارے لئے آخرت میں نجات کا ذریعہ بنے گا، ان کی یہ تمنّا ہوتی ہے کہ ہمارا بیٹا بھی کسی وقت حدیث پڑھائے گا، کسی وقت تفسیر پڑھائے گا، مدرسے کی بنیاد ڈالے گا، پوری دنیا میں دین کی تعلیمات کو عام کرنے والا بنے گا، لیکن ہماری سستی اور غفلت کے نتیجے میں ہم ناکام ہو کر ان کے لئے باعثِ رنج وغم بن جاتے ہیں۔

ایک غم زدہ باپ کا قصّہ

کئی سالوں پہلے کا واقعہ ہے، میرا لندن (London) شہر جانا ہوا، وہاں ایک مولانا صاحب نے چائے کے لئے بہت اصرار کیا، وہ انڈیا کے کسی مدرسے کے فاضل تھے، چائے سے فراغت کے بعد وہ برتن رکھنے کے لئے گھر کے اندر کے حصّے میں گئے، جب وہ لوٹے تو اچانک زاروقطار رونے لگے، کمرے میں ہم دو ہی بیٹھے ہوئے تھے، مجھے ایسا لگا کہ شاید کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے، شاید کسی عزیز کا انتقال ہو گیا ہے، میں نے ان کے قریب جا کر ان کو تسلّی دی، جب انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور بولنے کی کچھ ہمّت ہوئی تو کہنے لگے کہ مولوی صاحب! میں نے تو سوچا تھا کہ اپنے بیٹے کو عالم بناؤں گا تو یہ میرے لئے آخرت میں نجات

کا ذریعہ بنے گا، لیکن یہاں حال یہ ہے کہ فارغ ہونے کے بعد جب سے آیا ہے ایک دن فجر کی نماز نہیں پڑھی ہے، بجائے مجھے جنّت میں لے جانے کے یہ تو مجھے جہنّم میں لے جائے گا، یہ میری پکڑ کا سبب بنے گا کہ اس کی جیسی تربیت کرنی چاہیئے تھی نہیں کی۔

والدین کی قربانیاں

آپ کے ماں باپ آپ پر کتنے پیسے خرچ کرتے ہیں؟ وہ دو دو چار چار پیسے جمع کر کے آپ کی ساری ضرورتیں پوری کرتے ہیں، میں اپنے یہاں طلبہ سے کہا کرتا ہوں کہ آپ جب گھر فون کرتے ہیں کہ ابّا، میں عمرے کے لئے جانا چاہتا ہوں، تو وہ فوراً آپ کو بھیجنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں صرف اس خیال سے کہ میرا بچّہ علمِ دین پڑھ رہا ہے، میں ان سے کہتا ہوں کہ آپ کا بھائی جو کالج (college) یا یونیورسٹی (university) میں پڑھ رہا ہے، اس کو کہو کہ وہ درخواست کرے کہ ابّا، میں عمرے کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ ابّا عذر کرتے ہوئے کہیں گے کہ بیٹا! اس وقت ہمارے حالات سازگار نہیں ہیں۔ اور علمِ دین کا طالبِ علم کہتا ہے کہ عمرے کے لئے جانا ہے تو اس کے لئے انتظام کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس لئے کہ ماں باپ یہ سمجھتے ہیں کہ میرا یہ بیٹا میری آخرت کے لئے ذخیرہ ہے، مجھے آخرت میں کام آئے گا، آپ کے ماں باپ آپ کے بارے میں یہ تصوّر لئے رہتے ہیں کہ میرا بیٹا دار العلوم زکریا میں ہے اس لئے اس کے چوبیس گھنٹے نیک کام میں گزر رہے ہیں۔

آپ کی خاطر ماں باپ کتنی قربانیاں دے رہے ہیں؟ آپ ان کے لختِ جگر ہیں، آپ ان کے نورِ نظر ہیں، جب آپ پہلی مرتبہ مدرسے میں آئے تھے تو آپ کو بھاری لگا تھا، آپ کیا سمجھتے ہیں کہ والدین کو بھاری نہیں لگا تھا؟ آپ کے سامنے وہ نہیں روئے ہوں گے، لیکن

آپ کو یہاں چھوڑنے کے بعد کتنے روئے ہوں گے اس کا آپ کو اندازہ نہیں، پھر داخلے کے دو مہینے، تین مہینے، چھ مہینے بعد یہ مدرسہ آپ کے لئے گھر ہوجاتا ہے، اس کے بعد کیفیت یہ ہوتی ہے کہ گھر جاتے ہیں تو دل واپس مدرسے آنے کو چاہتا ہے، مگر چھ سال، سات سال، آٹھ سال کی یہ پوری مدّت وہ تڑپتے رہتے ہیں کہ پتا نہیں ہمارا بیٹا بیمار تو نہیں؟ ہمارا بیٹا کیا کھا رہا ہوگا؟ ہمارا بیٹا کہیں دوستیوں کے چکّر میں تو نہیں پڑ گیا ہے؟ ملک میں، شہر میں جن بڑے بڑے علماء پر ان کی نظر پڑتی ہے، ان کو دیکھ کر ان کا دل اس خیال سے مچلتا ہے کہ ہمارا بیٹا حدیث پڑھ رہا ہے، تفسیر پڑھ رہا ہے، چھ سال کے بعد، آٹھ سال کے بعد جب وہ فارغ ہوکر آئے گا تو وہ بھی ایسا ہوکر آئے گا، اور پھر میرے بھائیو، ہم فارغ ہوکر گھر لوٹتے ہیں اور کسی کام کے نہیں ہوتے، نہ عملی اعتبار سے نہ اخلاقی اعتبار سے، تو سوچو کہ ان کا دل کتنا ٹوٹتا ہوگا؟ اور پھر وہی خبریں آپ کی مادرِ علمی میں پہنچتی ہیں، ان کو سن کر پھر آپ کے اساتذہ کا دل کتنا ٹوٹتا ہوگا؟

علم پر عمل کرو

اس لئے میرے بھائیو، طلبِ علم کو مقصد بناؤ اور سب سے بڑی رکاوٹ، معصیت سے اپنے آپ کو بچاؤ، کسی کو ہم سے تکلیف نہیں پہنچنی چاہئے، عبادات میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو، معاملات میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو، معاشرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو اور حسنِ اخلاق میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو۔

طالبِ علم کو حاصل شدہ علم پر عمل کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی میں جتنی حدیثیں لکھیں، ان میں سے ہر ایک پر عمل کیا،

یہاں تک کہ یہ حدیث گزری:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَأَعْطٰى أَبَا طَيْبَةَ دِيْنَاراً

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے cupping کا عمل کروایا (پچھنا لگوایا) اور cupping کرانے والے ابوطیبہ رضی اللہ عنہ کو ایک دینار عنایت فرمایا۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث پر بھی عمل کیا اور پچھنا لگوایا اور پچھنا لگانے والے کو ایک دینار دیا۔[1]

بڑوں کا علمی مقام عملی مقام کی وجہ سے بلند ہوا

میں بہت ادب کے ساتھ ایک بات کہنا چاہتا ہوں، میرا اپنا ناقص خیال یہ ہے کہ اُمّت کے تمام اکابر اپنے عملی مقام کی وجہ سے بڑے ہوئے ہیں، ہم چونکہ مدرسے میں علم پڑھنے کی غرض سے آتے ہیں اس لئے ہمارے سامنے صرف علم اور علم سے تعلّق رکھنے والی چیزیں ہوتی ہیں، ہم ہر چیز کو علم کے زاویے سے دیکھتے ہیں، جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ آتا ہے تو ہمارے ذہن میں یہی بات آتی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے ہیں اس لئے کہ ان کا علمی مقام بہت اونچا تھا، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے ہیں اس لئے کہ ان کا علمی مقام بہت اونچا تھا، یقیناً اونچا تھا، اس میں کوئی شک نہیں، مگر ان کا علمی مقام ان کے عملی مقام کی وجہ سے بہت بلند ہوا، وہ طالبِ علمی کے زمانے سے عامل بالعلم تھے، ان کا عمل میں اور اخلاص میں بہت اونچا مقام تھا اس لئے علم میں بھی اونچا مقام ہوا، آپ بھی علم کے ساتھ عمل کا خوب اہتمام کیجئے۔

[1] تدريب الراوي، ص: ۵۸۸

ہر عمل سنّت کے مطابق ہو

مسجد میں داخل ہوتے ہوئے پہلے دایاں پاؤں رکھو، مسجد سے نکلتے ہوئے پہلے بایاں پاؤں رکھو، دائیں ہاتھ سے دو اور دائیں ہاتھ سے لو، کیا مشکل ہے؟ دونوں کام برابر ہیں، ایک شخص دو رکعات نفل پڑھتا ہے اور دوسرا نہیں پڑھتا، اس میں تو فرق ہے کہ جس نے دو رکعات نفل پڑھی اس کو مشقّت ہوئی اور جس نے نہیں پڑھی اس کو مشقّت نہیں ہوئی، مگر کپڑے پہنتے ہوئے، کپڑے اتارتے ہوئے، جوتے پہنتے ہوئے، جوتے اتارتے ہوئے، دائیں اور بائیں کا خیال رکھنا کیا مشکل ہے؟ کچھ مشکل نہیں، جب مشکل نہیں تو ہم سنّت کے مطابق عمل کیوں نہ کریں؟

شیطان اور نفس کا مقابلہ کر کے اپنی حفاظت کرو

شیطان ہمیں عمل سے روکتا ہے، ہمیں اسے شکست دینی ہوگی، میں اپنے یہاں طلبہ کو کہا کرتا ہوں کہ تم میں سے کوئی بھی بُرا نہیں، لیکن ہمارے ساتھ جو نفس اور شیطان لگے ہوئے ہیں وہ دونوں بُرے ہیں، طلبہ، اساتذہ، منتظمین، ہم سب کو آپس میں مل کر ان کا مقابلہ کرنا ہے، اسی کی خاطر مدرسے میں قوانین بنائے جاتے ہیں، یہ قوانین آپ پر لاگو نہیں کئے جاتے، بلکہ نفس پر لاگو کئے جاتے ہیں، تو بجائے اس کے کہ آپ اساتذہ اور منتظمین سے ناراض ہو کر نفس اور شیطان کا ساتھ دیں، آپ کو چاہئے کہ منتظمین اور اساتذہ کا تعاون کریں اور شیطان اور نفس کا مقابلہ کریں، مدرسے کے ہر قانون کی پابندی کرنی چاہئے اور شیطان اور نفس کو شکست دے کر اپنی حفاظت کرنی چاہئے۔

حضرت مسیح الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ملفوظ

میرے حضرت حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا کہ حضرت مسیح الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ طالبِ علم کو مدرسے میں داخل تو ہونا چاہئے، مدرسے کے امور میں دخیل نہیں ہونا چاہئے۔ مدرسے کے امور میں interfere (مداخلت) نہیں کرنا چاہئے، ہمیں تمام قوانین کی پابندی کرنی چاہئے اور اگر کوئی قانون سمجھ میں نہ آئے تو زبان درازی نہیں کرنی چاہئے کہ یہ قانون کیوں بنایا گیا؟ ایسا ہوتا تو اچھا ہوتا، یوں ہوتا تو اچھا ہوتا، یہ ہمارا کام نہیں ہے، اپنے آپ کو اپنے اساتذہ کے سپرد کردو، منتظمین کے سپرد کردو۔

دوسری رکاوٹ: لایعنی

حصولِ علم میں دوسری رکاوٹ لایعنی ہے، لایعنی سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ، لایعنی کی تعریف کیا ہے؟ لایعنی وہ عمل ہے جس کا نہ دنیا میں کوئی فائدہ ہے نہ آخرت میں، طالبِ علم کو تو اتنا علمی انہماک ہونا چاہئے کہ اس کے پاس فرصت ہی نہ ہو کہ وہ لایعنی میں مبتلا ہو، آج کل حال یہ ہے کہ ہر طالبِ علم کے پاس موبائل ہے، ہر ایک کو اسمارٹ فون (smartphone) کا شوق ہے، اسی سے انٹرنیٹ (internet) پر بھی جاتے ہیں، اسمارٹ فون تو کیا، طالبِ علم کو تو بغیر ضرورت کے سادہ موبائل بھی نہیں رکھنا چاہئے، علم کے قدردان تو کھانے تک کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

ایک طالبِ علم کا عجیب علمی انہماک

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طالبِ علم کا ذکر کیا ہے کہ اس کو مطالعہ کا اتنا انہماک تھا کہ وہ بہت کم سوتا تھا، جب دیکھو کتاب پڑھ رہا ہے، اس کے کھانے کا

طریقہ بھی عجیب تھا، کھانا اس کے کمرے میں پہنچایا جاتا تھا، وہ کھانا لانے والے سے کہتا تھا کہ سالن لے جاؤ اور روٹی چھوڑ جاؤ۔ جتنی مدّت مدرسے میں قیام رہا اس نے کبھی روٹی کے ساتھ سالن نہیں کھایا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر روٹی اور سالن دونوں کو ملا کر کھاتا تو کتاب سے توجّہ ہٹانی پڑتی، اور صرف روٹی کھانے میں یہ بات نہیں تھی، کتاب پڑھتے ہوئے وہ روٹی کو توڑ کر لقمے بنا کر کھا لیتا تھا۔[۱]

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا طالبِ علمی کے زمانے کا معمول

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بہت اونچے مقام پر پہنچے، اس کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے طالبِ علمی کے زمانے کی خوب قدر کی، آپ جب شوّال میں مدرسہ جاتے تھے تو شعبان تک گھر میں کیا ہو رہا ہے اس کا کچھ پتا نہیں چلتا تھا، اس لئے کہ گھر سے جب کوئی خط آتا تھا تو ایک مٹکے میں ڈال دیتے تھے، کیوں؟ اس لئے کہ خط میں یا تو کوئی غمی کی خبر ہوگی یا خوشی کی، خوشی کی خبر ہوگی تو بھی دل گھر کی طرف مائل ہوگا اور غمی کی خبر ہوگی تو بھی دل گھر کی طرف مائل ہوگا، اس تھوڑے سے میلان کو بھی وہ گوارا نہیں کرتے تھے کہ کہیں علم کی طرف توجّہ میں کمی نہ آجائے، تو سارے خطوط جمع ہوتے رہتے تھے، شعبان میں جب امتحان سے فراغت ہوتی تھی اور چھٹی ہو جاتی تھی اس وقت سارے خطوط کھول کر پڑھتے تھے۔[۲]

اور ہمارا حال کیا ہے؟ ہماری توجّہ درس گاہ میں بیٹھے ہوئے بھی فٹ بال (football) اور کرکٹ (cricket) کی طرف رہتی ہے، کمنٹری (commentary) کی طرف رہتی ہے، اسکور (score) کی طرف رہتی ہے۔

---

[۱] مولانا الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت، ص: ۴۷

[۲] متاعِ وقت اور کاروانِ علم، ص: ۲۵۰

حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیمتی ملفوظ

لایعنی سے اپنے آپ کو خوب بچاؤ، اور لایعنی سے بچنے کے لئے آپس میں اختلاط سے بھی بچو، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ محترم حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ طالبِ علم کتنا ہی ذہین اور ذکی کیوں نہ ہو، اگر اس میں دوستی کا روگ ہوگا تو وہ کچھ نہیں بن سکے گا، وہ کبھی کامیاب نہیں ہوگا، اور طالبِ علم کتنا ہی غبی اور کُند ذہن کیوں نہ ہو، اگر وہ دوستی سے دور رہے گا تو ضرور کام کا بن کر نکلے گا۔[1]

تیسری رکاوٹ: سستی

حصولِ علم میں تیسری رکاوٹ سستی ہے، اور سستی کا سوائے چستی کے کوئی علاج نہیں، حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مجھ میں سستی بہت ہے، میں کوئی کام نہیں کر پاتا، آپ مجھے کوئی وظیفہ بتاؤ جس کی برکت سے سستی دور ہو جائے۔ مفتی تقی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ میں جو وظیفہ بتلاؤں اس کو پڑھنے میں بھی اگر سستی حائل ہوئی تو؟ کیا اس کے لئے بھی وظیفہ تلاش کروگے؟[2]

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سستی کا علاج چستی ہے۔[3] ٹھان لو کہ مطالعہ کرنا ہے تو کرنا ہے، تکرار کرنی ہے تو کرنی ہے، سبق یاد کرنا ہے تو کرنا ہے، عشاء کے بعد تہجّد کی دو رکعات پڑھنی ہے تو پڑھنی ہے، سستی کو دور کرنے کا یہی طریقہ ہے، اور ساتھ میں دعا بھی

---

[1] آپ بیتی: ۱/۱۳

[2] اصلاحی خطبات: ۱/۶۱

[3] ملفوظاتِ حکیم الاُمّتؒ: ۲۲/۸۳

کرتے رہو، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سستی سے پناہ مانگی ہے:

اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ[1]

اے اللہ، میں سستی سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

چوتھی رکاوٹ: بے ادبی

چوتھی اور آخری رکاوٹ بے ادبی ہے خاص طور پر اساتذہ کی بے ادبی، ہمارے اسلاف کے دلوں میں اساتذہ کی اتنی عظمت اور محبت تھی کہ وہ ان کا نام بھی لیتے تھے تو ادب سے لیتے تھے، عمدہ عمدہ القاب بھی استعمال کرتے تھے، ساتھ میں دعائیہ کلمات بھی کہتے تھے، ہم تو ہمارے اساتذہ کا تذکرہ بہت سادہ طریقے سے کرتے ہیں، ہم اخیر میں صاحب نہیں بولتے، دامت برکاتہم نہیں بولتے، امام مسروق رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کرتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس طرح تذکرہ کرتے:

حَدَّثَتْنِيْ الصِّدِّيْقَةُ بِنْتُ الصِّدِّيْقِ حَبِيْبَةُ حَبِيْبِ اللّٰهِ الْمُبَرَّأَةُ[2]

مجھ سے بیان کیا صدّیق کی بیٹی صدّیقہ نے، جو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکباز محبوبہ ہیں۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کتنا احترام ہوگا؟ ہمارے دلوں میں بھی ہمارے اساتذہ کا ایسا احترام ہونا چاہیے، استاذ کا نام لیتے وقت کہنا چاہیے کہ حضرت مولانا فلاں صاحب دامت برکاتہم، ہاں، یہ بات الگ ہے کہ کسی کا نام بار بار لینا پڑے تو

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب التعوّذ من المأثم والمغرم، ح(٦٣٦٨)

[2] مسند أحمد، ح(٢٦٠٨٦)

پہلی مرتبہ کے بعد پھر مولانا کافی ہے، میرے عزیزو! اپنے تمام اساتذہ کا احترام کرو، چھوٹے سے چھوٹے استاذ کا بھی سو فیصد احترام ضروری ہے، کسی استاذ کی عظمت اور عقیدت زیادہ ہے تو ان کا دوسو فیصد احترام ہو، ہزار فیصد ہو، یہ آپ کی مرضی ہے، لیکن یہ کہ بڑے استاذ کی سو فیصد عظمت ہے اور چھوٹے کی نوّے فیصد تو یہ آپ کے لئے مہلک ہے، یہ آپ کے لئے سمِّ قاتل ہے، آپ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔

تو علم کے حصول میں چوتھی رکاوٹ بے ادبی ہے، اس میں سب کچھ آ گیا؛ کتابوں کی بے ادبی، اساتذہ کی بے ادبی، علم کے آلات کی بے ادبی، مدرسے کی بے ادبی، درس گاہ کی بے ادبی، اس سے ہر حال میں بچنا ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ مجھے آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں، دار العلوم زکریا ان مدارس میں سے ہے جو میرے دل دماغ میں رہتے ہیں، آپ کے بہت سارے اساتذہ ایسے ہیں کہ آج ان سے ایک طویل عرصہ گزر جانے کے بعد ملاقات ہوئی ہے، لیکن مجھے ان سے قلبی محبت ہے اور میں اپنی سعادت سمجھ کر ان کے لئے غائبانہ دعا کرتا ہوں، مجھے اس مدرسے سے محبت ہے اس لئے یہاں آ کر مجھے بہت مسرّت اور خوشی محسوس ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ آپ سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائیں، اساتذۂ کرام اور طلبہ دونوں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ میرے لئے دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ مجھ پر فضل فرمائیں، دین اور ایمان پر مستقیم رکھیں، اور موت بھی ایمان پر حسنِ خاتمہ کے ساتھ نصیب فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

نورِ نبوّت

آج کل ہمارے علماء کے اندر مدرسوں میں رہنے کی وجہ سے علمِ نبوّت تو آجاتا ہے لیکن نورِ نبوّت نہیں آتا، جس طرح یہ علمِ نبوّت کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اسی طرح انہیں نورِ نبوّت کی تحصیل میں بھی سعی کرنی چاہیئے، جس کے لئے اہلِ دل کی صحبت وخدمت ضروری ہے۔

(علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

علم کے ساتھ عمل بھی بہت ضروری ہے

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے

at-tazkiyah

.... تفصیلات ....

وعظ کا نام	:	علم کے ساتھ عمل بھی ہت ضروری ہے
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ، مطابق دسمبر ۲۰۱۵ء
مقامِ وعظ	:	دارالعلوم آزادول، جنوبی افریقہ

علم کے ساتھ عمل بھی بہت ضروری ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَہٗ أَمَّا بَعْدُ: فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ. إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾(الزمر:۹) صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ، وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ الْكَرِیْمُ، وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِیْنَ وَالشَّاكِرِیْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ، يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ. سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ. اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِكَتَہٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَأَتْبَاعِہٖ وَأَزْوَاجِہٖ وَذُرِّيَّاتِہٖ.

اللہ تعالیٰ شانہٗ کا بڑا احسان ہوا کہ اس نے علمِ دین پڑھنے اور پڑھانے والے حضرات کی صحبت کی سعادت نصیب فرمائی، تعلیم وتعلّم سے تعلّق رکھنے والے حضرات اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت اونچے ہیں، آزادول (Azaadville) کا دارالعلوم ترقّی کی منازل طے کرتے کرتے دنیا کے مشہور ترین مدارس میں اپنے آپ کو شامل کر چکا ہے، یہاں علم کے ماہرین کی ماشاء اللہ ایک جماعت ہے جو اساتذہ کی شکل میں موجود ہے، اور اگرچہ میں اِس وقت اپنے طالبِ علم بھائیوں سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں اور یہ حضراتِ اکابر اور حضراتِ اساتذۂ کرام میرے مخاطَب نہیں ہیں، پھر بھی طبیعت محجوب ہوتی ہے، بڑوں کی موجودگی میں

کچھ بولنا آسان نہیں ہے، ان حضراتِ اکابر میں سے بعض حضرات تو میرے اساتذہ کے مقام پر ہیں، اللہ تعالیٰ شانُہٗ ان حضرات کے علوم میں، فیوض میں، ان کے خلوص میں اور ان کی عمروں میں بہت برکت عطا فرمائیں، اور ہم سب طالبِ علموں کو ان سے استفادے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

طالبِ علمو! اپنی قدر پہچانو!

میں یہ عرض کررہا تھا کہ اللہ جلَّ جلالُہٗ وعمَّ نوالُہٗ نے علم سے وابستگی رکھنے والوں کو بڑا اونچا مقام عطا فرمایا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر طالبِ علم اپنی حیثیت پہچان کر خود اپنی قدر کو سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر میں طلبہ کی حیثیت کتنی اونچی ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب دارالعلوم کراچی تشریف لے گئے تو طلبہ اور اساتذہ کے مجمع میں صرف ایک جملے پر مشتمل بہت ہی مختصر مگر جامع نصیحت فرمائی، حضرت نے صرف اتنا فرمایا کہ طالبِ علمو! اپنی قدر پہچانو![1]

ہم لوگ وعظ وتقریر میں عوام سے اپیل (appeal) کرتے ہیں کہ علماء کی قدر کرو، اہلِ علم کی قدر کرو، میرے عزیزو! اس سے پہلے کہ ہم انہیں کہیں کہ علماء کی قدر پہچانو اور قدر کرو، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم طالبِ علم اور علم سے تعلّق رکھنے والے خود اپنی قدر پہچانیں۔

علم سے وابستہ لوگ بڑے اونچے مقام والے ہیں

جو لوگ علم کی طلب میں اپنے گھروں سے نکلتے ہیں ان کا بڑا اونچا مقام ہے، اللہ کے

---

[1] اصلاحی خطبات: ۷/۱۰۴

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ[1]

جو شخص علم کی طلب میں اپنے گھر سے نکلتا ہے وہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہوتا ہے جب تک واپس نہیں لوٹتا۔

حصولِ علم کا، تعلیم وتعلّم کا یہ عمل اتنا اونچا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ[2]

تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

قرآن اور قرآنی علوم کو سیکھنے اور سکھانے والے اس اُمّت کے بہترین لوگ ہیں، میرے عزیزو! یہ فضیلت دینی علوم کے تمام طلبہ اور معلّمین کو حاصل ہے، اس لئے کہ قرآن متن ہے اور احادیث اس کی تفسیر، پھر قرآن اور احادیث کی تشریح سے فقہاء کے اقوال وجود میں آئے۔

قبر تک طالبِ علم

یہ مشغلہ اتنا مبارک ہے کہ اُمّت کے بڑے بڑے لوگ آخری سانس تک اس میں برابر لگے رہے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

مَعَ الْمِحْبَرَةِ اِلَى الْمَقْبَرَةِ[3]

اس دوات، قلم اور علم کے آلات کے ساتھ سیکھنے سکھانے میں موت تک زندگی

---

[1] سنن الترمذي، باب فضل طلب العلم، ح(۲۶۴۷)

[2] صحيح البخاري، باب خيركم من تعلّم القرآن وعلّمه، ح(۴۶۳۹)

[3] مناقب الامام أحمد لابن الجوزي، ص: ۳۷

گزرے گی۔

میرے عزیزو! طلبِ علم کی کتنی اونچی فضیلت ہے! جب ہم پڑھنے کے لئے آئے تھے تو ہم ان فضیلتوں کو جانتے بھی نہیں تھے، ہمیں تو یہ پتا بھی نہیں تھا کہ جس کام کے لئے ہم نکل رہے ہیں اس کی اللہ تعالیٰ کے یہاں اتنی قدر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا کتنا احسان ہے کہ اس نے بغیر کسی استحقاق کے، محض اپنے لطف وکرم سے مجھے اور آپ سب میرے طالبِ علم ساتھیوں اور دوستوں کو طالبینِ علم کی اِس جماعت میں شامل فرمادیا۔

ہماری دو بیماریاں

دار العلوم زکریا میں گفتگو کرتے ہوئے میرے ذہن میں ایک بات آئی جو یہاں بھی عرض کردوں کہ مدارس میں پڑھنے والے طالبِ علموں کی دو بڑی بیماریاں ہیں، ایک یہ کہ وہ اپنے آپ کو دورۂ حدیث سے فارغ ہونے تک بچّے ہی سمجھتے رہتے ہیں؛ ہر طالبِ علم عربی اوّل میں بھی سمجھتا ہے کہ میں بچّہ ہوں، عربی دوم اور عربی سوم میں بھی سمجھتا ہے کہ میں ابھی بچّہ ہوں، اب علم میں ترقّی ہورہی ہے کہ عربی اوّل سے عربی دوم میں چلا گیا، دوم سے سوم میں چلا گیا، اب حدیث پڑھ رہا ہے، قرآن کا ترجمہ پڑھ رہا ہے، تفسیر پڑھ رہا ہے، صحاح ستہ پڑھ رہا ہے، لیکن اس کے ذہن میں یہی بات رہتی ہے کہ میں ابھی بچّہ ہوں، اس لئے جو رویّہ عربی اوّل میں ہوتا ہے وہی رویّہ دورۂ حدیث میں بھی رہتا ہے، اور جب تک ذہن میں یہ بات رہے گی کہ میں ابھی بچّہ ہی ہوں، اس وقت تک ایک دوسری بیماری رہے گی کہ مجھے ہر چیز میں وہ اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں جو بڑے کرتے ہیں، لہٰذا یہ سب چیزیں مجھے کرنی تو ہے، مگر ابھی نہیں، فارغ ہونے کے بعد۔

فیضِ ظاہری کے ساتھ فیضِ باطنی بھی حاصل کرو

آپ کے یہاں ماشاء اللہ بہت اچھے اچھے اساتذہ ہیں، جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ ان میں سے بعض میرے اساتذہ کے مقام پر ہیں، ان میں صاحبِ نسبت بزرگوں کی بھی ایک اچھی تعداد ہے، آپ روزانہ ان کے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہیں اور تین تین، چار چار، پانچ پانچ گھنٹے ان کی صحبت میں بیٹھتے ہیں، اگر آپ سوچنے کا زاویہ تھوڑا بدل دیں اور حقیقی معنی میں طالبِ علم بن جائیں؛ علمِ ظاہر کے ساتھ ساتھ علمِ باطن کے طالب بھی بن جائیں اور یہ فیصلہ کر لیں کہ مجھے صرف عالم نہیں بلکہ عامل بالعلم بھی بننا ہے، تو آپ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ یہاں سے فارغ ہونے سے پہلے صاحبِ نسبت ہو جائیں گے۔

میرے عزیز طلبہ! آج آپ یہ عزم کر لیں کہ ہمیں علم حاصل کرنے کے لئے بھی خوب محنت کرنی ہے اور ساتھ ساتھ اس حاصل شدہ علم پر عمل کے لئے بھی جدّ و جہد کرنی ہے۔

علم دو دھاری تلوار ہے

یہ علم دو دھاری تلوار ہے، آپ ایسا خیال نہ کریں کہ میں علم پر عمل نہیں کروں گا تو کیا نقصان ہوگا؟ اتنا ہوگا کہ نفع سے محرومی ہوگی، جیسے ظہر کی نماز کے بعد دو رکعات نفل، اگر نہیں پڑھی تو کوئی حرج کی بات نہیں اس لئے کہ نفع نہیں ہوا تو نقصان بھی نہیں، ثواب بھی نہیں ملا اور کوئی پکڑ بھی نہیں ہوگی، بھائی! یہ سوچ بھی غلط ہے اس لئے کہ نفع اور ثواب سے محروم رہنا بھی ایک نقصان ہے، لیکن اگر ہم مان لیں کہ یہ بات فی نفسہٖ ٹھیک ہے تو علم کے بارے میں یہ سوچ نہیں رکھنی چاہئے، اس لئے کہ علم اگر نفع بخش نہیں ہے تو نقصان دہ ہوگا، علم ایسی چیز نہیں ہے کہ اس سے نفع بھی نہ ہو اور نقصان بھی نہ ہو، نہیں، دو باتوں میں سے ایک بات ضرور

ہوگی، اگر آپ نے اس پر عمل کیا تو نفع پہنچائے گا اور اگر عمل نہیں کیا تو نقصان پہنچائے گا، سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْعِلْمُ اِنْ لَمْ یَنْفَعْکَ ضَرَّکَ[1]

علم کی خاصیت یہ ہے کہ اگر وہ تجھے نفع نہ پہنچائے تو پھر نقصان پہنچائے گا۔

علم محنت اور قربانی چاہتا ہے

عرض یہ کر رہا تھا کہ علم بہت بڑی دولت ہے، اس لئے اسے حاصل کرنے میں اپنی ساری توانائیاں صرف کردو، یہ علم محنت چاہتا ہے۔

لَوْ کَانَ هٰذَا الْعِلْمُ یَحْصُلُ بِالْمُنٰی
مَا کَانَ یَبْقٰی فِيْ الْبَرِیَّةِ جَاهِلُ
فَاجْهَدْ وَلَا تَکْسَلْ وَلَا تَكُ غَافِلًا
فَنَدَامَةُ الْعُقْبٰی لِمَنْ یَتَکَاسَلُ

اگر یہ علم بلا محنت صرف امیدیں باندھنے سے حاصل ہوجاتا، تو اس رُوئے زمین پر کوئی بھی بے علم نہ رہتا، (لیکن چونکہ نری امید سے کام نہیں چلتا) اس لئے کوشش و محنت کرو، سستی سے دور رہو اور غفلت سے باز آؤ، اس لئے کہ جو سستی کا برتاؤ کرتا ہے اس کے حصّے میں مستقبل اور انجام کی ندامت آتی ہے۔

اگر صرف تمنّاؤں سے اور امنگوں سے یہ علم حاصل ہوجاتا کہ میں مفسّر بننا چاہتا ہوں، محدّث بننا چاہتا ہوں، میں بھی میرے فلاں استاذ کی طرح فنِّ حدیث میں ماہر بننا چاہتا

[1] صفة الصفوة: ۴۲۷/۱

ہوں، فنِّ فقہ میں ماہر بننا چاہتا ہوں، اگر نری تمنّاؤں سے علم حاصل ہوجاتا تو چونکہ علم کے سلسلے میں ہر شخص کی بڑی بڑی تمنّائیں اور آرزوئیں ہوتی ہیں اس لئے رُوئے زمین پر کوئی بھی جاہل نہ رہتا، مگر صرف تمنّاؤں سے اور آرزوؤں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اس لئے محنت کرو، سستی سے دور رہو اور غفلت کو قریب بھی مت آنے دو، اس لئے کہ مستقبل کی ندامت، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اس شخص کے لئے ہوتی ہے جو سستی کا برتاؤ کرتا ہے۔

علم کے لئے سب کچھ قربان کرنا پڑے گا، جب طالبِ علم قربانی دے گا تب علم کا کچھ حصّہ نصیب ہوگا۔

اَلْعِلْمُ لَا یُعْطِیْكَ بَعْضَهٗ حَتّٰی تُعْطِیَهٗ كُلَّكَ

یہ علم تجھے اپنا تھوڑا سا حصّہ اس وقت دے گا جب تو اسے اپنا سب کچھ دے دے گا۔

اپنی 'انا' کو فنا کرو

ٹھاٹھ کے ساتھ، عزّت کے ساتھ، ناز کے ساتھ یہ علم حاصل نہیں ہوتا، اس علم میں عزّت ہی عزّت ہے، رفعت ہی رفعت ہے، دنیا میں بھی عزّت اور رفعت اور آخرت میں بھی عزّت اور رفعت، لیکن اس علم کو حاصل کرنے کے زمانے میں ٹھاٹھ، آرام، عیش، خودرائی اور خود پسندی سب کچھ ختم کرنا پڑتا ہے۔

اَلْعِلْمُ عِزٌّ لَا ذُلَّ فِیْهِ، لَا یُدْرَكُ اِلَّا بِذُلٍّ لَا عِزَّ فِیْهِ

علم عزّت ہی عزّت ہے، اس میں ذلّت بالکل نہیں، مگر حاصل ہوتا ہے اپنے آپ کو مٹانے سے نہ کہ شان وشوکت کے ساتھ۔

علم میں عزّت ہی عزّت ہے، اس میں ذلّت کا شائبہ بھی نہیں، لیکن طالبِ علمی کے دوران اپنے آپ کو پامال کرنا پڑتا ہے، اپنی خواہشات کو قربان کرنا پڑتا ہے، اپنی 'انا' کو فنا کرنا پڑتا ہے، اپنی رائے کو فنا کرنا پڑتا ہے، اپنے اساتذہ کے سامنے اپنے آپ کو جُھکا دینا پڑتا ہے۔

طالبِ علم مدرسے کے امور میں دخیل نہ بنے

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ میں نے اپنے محبوب حضرت حاجی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ طالبِ علم کو مدرسے میں داخل تو ہونا چاہئے، دخیل نہیں ہونا چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ طالبِ علم مدرسے میں داخلہ تو لے، مگر مدرسے کے نظام میں دخیل نہ بنے۔

اپنے آپ کو اساتذہ، منتظمین اور مہتمم صاحب کے سپرد کردے، اپنی کوئی رائے نہ ہو، جو کتاب جس کے پاس چلی گئی الحمد للہ، جو استاذ جس طرح پڑھا رہا ہے الحمد للہ، کوئی طویل تقریر کررہا ہے الحمد للہ، کوئی اختصار سے کام لے رہا ہے الحمد للہ، ہماری کوئی رائے نہ ہو، اور اگر شیطان دماغ میں وسوسے پیدا بھی کرے تو زبان پر وہ بات نہ آئے، ہم اپنے ساتھیوں کے سامنے اس کا اظہار نہ کریں کہ فلاں استاذ بہت اختصار کے ساتھ پڑھاتے ہیں، فلاں استاذ کی تقریر بہت طویل ہوتی ہے، یہ کتاب فلاں استاذ کے پاس ہوتی تو اچھا ہوتا، مطالعہ اتنے بجے ہوتا تو اچھا ہوتا، سونا اتنے بجے ہوتا تو اچھا ہوتا، امتحان اس وقت ہوتا تو اچھا ہوتا، نہیں، ہم دخیل نہ ہوں، ہم اپنے مہتمم صاحب پر اعتماد کریں، ہم اپنے اساتذہ پر اعتماد کریں، ہم منتظمین پر اعتماد کریں کہ یہ حضرات ہمارے خیر خواہ ہیں، اور یہ ہمارے لئے پوری خیر

خواہی کے ساتھ سوچ کر نظام بناتے ہیں اور ہمارے لئے اسی نظام میں بھلائی ہے، اِدھر اُدھر توجّہ مت کرو، بس ایک ہی دُھن ہو کہ علم اور عمل زندگی میں آجائے۔

دوستی کا نقصان

اپنے آپ کو دوستیوں سے بھی دور رکھو، یہ علم کے لئے بہت بڑا مانع ہے، دوستی ہوگی تو اختلاط ہوگا، اختلاط ہوگا تو لایعنی میں اور معاصی میں ابتلاء ہوگا جس کا نتیجہ علم سے محرومی ہوگا، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب، حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ طالبِ علم کتنا ہی غبی کیوں نہ ہو، اگر دوستی اور تعلّقات سے بچ کر رہے گا تو کچھ نہ کچھ بن کر نکلے گا، اور طالبِ علم کتنا ہی ذہین اور ذی استعداد کیوں نہ ہو، اگر اسے دوستی اور تعلّقات کا روگ لگ گیا تو وہ اپنے جوہر کو کھودے گا اور کچھ نہیں کر پائے گا۔[1]

عزیزو! عزم کرلو کہ اب ہمیں اپنا سب کچھ حصولِ علم کے پیچھے کھپا دینا ہے اور حاصل شدہ علم پر عمل کر کے اسے آگے بھی پہنچانا ہے، یہ ذہن سے نکال دو کہ چھ سال علم کے لئے ہیں اور عمل کا مرحلہ بعد میں آئے گا، نہیں، علم اور عمل ساتھ ساتھ چاہئے، ہماری دوستی اب صرف علم وعمل سے ہوگی۔

طالبِ علم اور تہجّد نہیں پڑھتا؟

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک طالبِ علم پڑھنے کے لئے آیا، رات کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے کمرے میں پانی سے بھرا ہوا لوٹا رکھا، اس دور میں یہی culture (رواج) تھا کہ علماء اور طلبہ تہجّد کے لئے اُٹھتے تھے اور تہجّد کی نماز پڑھتے تھے، صبح

---

[1] آپ بیتی: ۱/۱۳

جب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کمرے میں داخل ہوئے تو پانی کا لوٹا اسی طرح بھرا ہوا دیکھا جس سے آپ نے سمجھا کہ طالبِ علم تہجّد کے لئے بیدار نہیں ہوا تھا، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو بڑا تعجّب ہوا۔

میرے عزیزو! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ تعجّب اس لئے تھا کہ طالبِ علم فجر کی نماز سے غائب رہا تھا؟ ظہر کی نماز سے غائب رہا تھا؟ اس کی تکبیرِ اُولیٰ فوت ہوگئی تھی؟ کوئی رکعت چھوٹ گئی تھی؟ نہیں، وہ تہجّد کی نفل نماز کے لئے نہیں اُٹھا تھا، مگر اس کے باوجود تعجّب ہوا اور زبان سے یہ جملہ نکلا:

سُبْحَانَ اللّٰهِ! رَجُلٌ يَطْلُبُ الْعِلْمَ، لَا يَكُوْنُ لَهٗ وِرْدٌ بِاللَّيْلِ[1]

سبحان اللہ! ایک شخص طالبِ علم ہے اور اس کے رات کے کچھ معمولات نہیں؟ بڑی عجیب بات ہے۔

طالبِ علم اپنے آپ کو ایسے اعمال اور ایسی عبادت میں تو مشغول نہ کرے جو طلبِ علم میں حارج بنے، لیکن کیا ہمارا سارا فارغ وقت طلبِ علم ہی میں گزرتا ہے؟ کھیلنے میں نہیں گزرتا؟ تفریح میں نہیں گزرتا؟ گپ شپ میں نہیں گزرتا؟ اگر کوئی ایسا طالبِ علم ہے جو چوبیس (۲۴) گھنٹے کتاب لے کر بیٹھا رہتا ہے اور وہ کہے کہ چار رکعات تہجّد پڑھنے کے بجائے اگر میں ایک عبارت حل کرلوں تو کیا یہ بہتر نہیں؟ تو چلو سمجھ میں آتا ہے، لیکن ایسا کیوں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے تعلّق پیدا کرنے کے لئے کچھ کرنے کو کہا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ ہماری طلبِ علم میں حارج ہے، اور لایعنی بلکہ معاصی میں مبتلا ہوتے وقت یہ خیال نہیں آتا؟

---

[1] صفة الصفوة: ۱/۴۸۰

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ہر حدیث پر عمل

عرض یہ کر رہا ہوں کہ علم حاصل کرنے میں اور اس پر عمل کرنے میں اپنے آپ کو کھپاؤ، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرات کا یہ قول ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں ایسی کوئی حدیث نہیں پڑھی جس پر میں نے عمل نہ کیا ہو۔[1] میرے بھائیو! ان بزرگوں کی طرح اگر ہم تمام حدیثوں پر عمل کرنے کی ہمّت نہیں پاتے تو کم سے کم دو سو حدیثوں میں سے پانچ حدیثوں پر تو عمل کریں، بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

يَا أَصْحَابَ الْحَدِيْثِ، اَدُّوْا زَكٰوةَ الْحَدِيْثِ، اِعْمَلُوْا مِنْ كُلِّ مِائَتَيْ حَدِيْثٍ بِخَمْسَةِ أَحَادِيْثَ[2]

اے حدیث کو پڑھنے اور پڑھانے والو! حدیث کی زکوٰۃ ادا کرو، کم سے کم دو سو احادیث میں سے پانچ حدیثوں پر تو عمل کرو۔

اہلِ علم کن چیزوں میں دوسروں پر فائق ہیں

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

(الزمر:۹)

کیا علم والے اور وہ لوگ جن کے پاس علم نہیں برابر ہو سکتے ہیں؟

اس آیت کو سن کر طلبہ بہت خوش ہوتے ہیں کہ اس میں ہماری فضیلت بیان کی گئی ہے کہ علماء اور غیرِ علماء برابر نہیں ہو سکتے، جن لوگوں کے پاس علم نہیں ہے ان پر ہماری فوقیت ہے، جی ہاں، اس آیت میں اہلِ علم کی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ علماء اور غیرِ علماء مرتبے میں

---

[1] سير أعلام النبلاء: ۲۴۲/۷، تدريب الراوي، ص: ۵۸۸

[2] تدريب الراوي، ص: ۵۸۸

برابر نہیں ہو سکتے، مگر اس کا یہی ایک مطلب نہیں ہے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ علماء اور غیرِ علماء اعمال کے اعتبار سے برابر نہیں ہو سکتے، غیرِ علماء کے اعمال کے مقابلے میں علماء کے اعمال کمّیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے بہت بڑھیا ہوں گے، میں نے حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ علماء کی نماز اور غیرِ علماء کی نماز میں فرق ہونا چاہیے، اتنا فرق کہ ایک عالم کو اگر کوئی نماز پڑھتا ہوا دیکھے تو اُسے احساس ہو جائے کہ یہ عالم ہے۔ عالم کو چاہیے کہ وہ سننِ غیر مؤکّدہ کا پابند ہو، نوافل کا پابند ہو، خشوع خضوع کے ساتھ نماز پڑھتا ہو، سنن اور مستحبّات کی ادائیگی کے ساتھ نماز پڑھتا ہو، دیکھتے ہی پتا چل جائے کہ یہ کوئی عالم نماز پڑھ رہا ہے، جب علماء کا مرتبہ دوسروں سے اونچا ہے تو ان کے اعمال بھی دوسروں سے بہتر ہونے چاہیے اور حفاظتِ دین اور اشاعتِ دین کی ذمّہ داری میں بھی ان کو دوسروں سے آگے رہنا چاہیے، اُمّت کی جتنی ذمّہ داری علماء کے کندھوں پر ہوگی اتنی عوام پر نہیں ہوگی۔

بغیر عمل کے علم باقی نہیں رہتا

تو میرے عزیزو! علم کے لئے بھی محنت ہو اور عمل کے لئے بھی، عمل نہیں ہوگا تو علم ضائع ہو جائے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

هَتَفَ الْعِلْمُ بِالْعَمَلِ، فَإِنْ أَجَابَهُ وَإِلَّا ارْتَحَلَ[1]

علم عمل کو پکارتا ہے، اگر عمل لبّیک کہہ کر آتا ہے تو علم ٹھہر جاتا ہے اور اس کے پاس رہتا ہے ورنہ رخصت ہو جاتا ہے۔

---

[1] تدريب الراوي، ص: ۵۳۴

آپ اپنے دوست کے گھر جاتے ہیں اور گھر کے باہر سے اسے پکارتے ہیں کہ اسماعیل! اسماعیل! اب اسماعیل جواب دے گا تو آپ ٹھہریں گے اور اس کے ساتھ گھر میں جائیں گے، لیکن اگر وہ جواب نہیں دے گا تو آپ واپس چلے جائیں گے، اسی طرح علم بھی عمل کو پکارتا ہے اور بلاتا ہے، اگر عمل جواب دیتا ہے اور آتا ہے تو علم ساتھ رہتا ہے ورنہ چلا جاتا ہے۔

یہ علم جو بہت محنت سے حاصل کیا جاتا ہے وہ تب ہی باقی رہے گا جب زندگی میں عمل ہوگا، اگر زندگی میں عمل نہیں ہوگا تو اس علم کی خاطر جو قربانیاں آپ اس وقت دے رہے ہیں، جو محنتیں آپ کر رہے ہیں، یہ سب ضائع ہو جائیں گی، اس لئے کہ ان قربانیوں اور محنتوں کے نتیجے میں جو علم آپ حاصل کر رہے ہیں وہ عمل نہ ہونے کی وجہ سے چلا جائے گا، علم کو محفوظ رکھنے کا بہترین طریقہ عمل ہے، امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَحْفَظَ الْحَدِيْثَ فَاعْمَلْ بِهِ[1]

اگر تم یہ چاہتے ہو کہ حدیثیں محفوظ رہیں تو ان پر عمل کرو۔

حضرت ابراہیم بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

كُنَّا نَسْتَعِيْنُ عَلٰى حِفْظِ الْحَدِيْثِ بِالْعَمَلِ بِهِ[2]

ہم حدیثوں کو یاد کرنے پر عمل کے ذریعے مدد لیتے تھے۔

جب حدیثیں حاصل ہو جاتی تھیں تو یہ حضرات ان پر عمل کرنا شروع کر دیتے تھے، وہ

---

[1] تدریب الراوي، ص: ۵۸۸

[2] تدریب الراوي، ص: ۵۸۸

حدیثیں اعمال بن کر زندگی کا حصّہ بن جاتی تھیں تو انہیں بھولنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، جب ایک چیز زندگی کا جزء بن جائے اسے کیسے بھولا یا جاسکتا ہے؟

ہماری دوخرابیاں

میں نے یہ عرض کیا تھا کہ ہم میں دوخرابیاں ہیں، ایک تو یہ کہ ہم اپنے آپ کو فارغ ہونے تک matured (سمجھ دار/ ذمّہ دار) نہیں سمجھتے، فارغ ہونے تک بچّے ہی رہتے ہیں، اور دوسری یہ کہ ہم ذہن بنالیتے ہیں کہ جوبھی کرنا ہے وہ فارغ ہونے کے بعد، ماشاءاللہ، آپ کوایسے اساتذہ ملے ہیں جوظاہری وباطنی دونوں علوم کے جامع ہیں، ہرایک مجمعُ البحرین ہے، وہ آپ کوعلم پڑھاتے ہوئے علم پرعمل کی طرف بھی ضرور متوجّہ کرتے ہوں گے، آپ کو سمجھاتے ہوں گے، آپ کی تربیت کرتے ہوں گے، اس لئے کہ ہراستاذ یہ چاہتا ہے کہ مجھ سے پڑھنے والا ہرطالبِ علم عمل پر آجائے، آپ کواِن مشفق اساتذہ کی صحبتوں اورنصیحتوں کی برکت سے دل میں عمل کا داعیہ بھی پیدا ہوتا ہوگا، لیکن اس کے باوجود ہم اس سوچ کی وجہ سے محروم اورناکام رہتے ہیں کہ عمل کرنا تو ہے مگر فارغ ہونے کے بعد، یادرکھو! جوابھی عمل نہیں کرے گا وہ فارغ ہونے کے بعد بھی نہیں کرسکے گا، طالبِ علمی کے زمانے کی اچھی اور بُری عادتیں زندگی بھر ساتھ رہتی ہیں۔

طالبِ علمی کا زمانہ ماں کے پیٹ کی طرح ہے

بزرگوں نے کہا ہے کہ طالبِ علمی کا زمانہ یہ رحمِ مادر کی طرح ہے، ماں کے پیٹ کی طرح ہے، بچّہ اگر ماں کے پیٹ میں کامل بن گیا تو دنیا میں بھی کامل ہونے کی حالت میں آئے گا، اور ماں کے پیٹ میں اگر ناقص رہا؛ کان نہیں ہے، انگلی نہیں ہے، ہاتھ پاؤں نہیں ہے، لولا

ہے، لنگڑا ہے، مجنون ہے، اندھا ہے، گونگا ہے، تو دنیا کی کوئی طاقت اسے وہ چیز نہیں دے سکتی، اگر ماں کے پیٹ سے کامل ہو کر نکلے گا تو وہ پھر کمال میں ترقّی کرے گا، اور اگر ناقص ہے تو نقص میں ترقّی کرے گا، اس لئے جو کچھ اور جتنا ہو سکے یہاں رہتے ہوئے کرلو، نفس کو کنٹرول کرو اور اس کے تقاضوں کو دباؤ۔

اگر علماء ہی بگڑ جائیں تو.....

میرے عزیز ساتھیو! اگر ہماری زندگی میں عمل نہیں آیا اور ہم یہاں سے فارغ ہوکر عالم یا مولانا کا title (لقب) لے کر چلے گئے تو ایسے عالم سے خیر کی کیا توقّع کی جاسکتی ہے؟ معاذ اللہ! حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الْأَعْمَالُ السَّيِّئَةُ دَاءٌ وَالْعُلَمَاءُ دَوَاءٌ

بُرے اعمال بیماریاں ہیں اور علماء دوا ہیں۔

دنیا میں ہم جن بُرائیوں کو دیکھتے ہیں یہ روحانی بیماریاں ہیں، اور علماء اطبّاء اور ڈاکٹر ہیں، ان کے پاس ان بیماریوں کی دوا ہوتی ہے، یہ حضرات اس کے ذریعے علاج کرتے ہیں اور لوگوں کو شفا ملتی ہے، آگے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَإِذَا فَسَدَ الْعُلَمَاءُ فَمَنْ يَشْفِيْ الدَّاءَ[1]

لیکن جب علماء ہی خراب ہوجائیں، یعنی دوا خراب ہوجائے تو بیماری کو شفا کیسے ہوگی؟ بیماری کا ازالہ کیسے ہوگا؟

---

[1] حلية الأولياء: ٣٦١/٦

معصیت قریب بھی نہ آئے

اس لئے علم پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا کرو، معصیت قریب بھی نہ آئے، بچّہ بالغ ہوتے ہی مکلّف ہوجاتا ہے، چاہے وہ عربی اوّل میں ہو، چاہے اعدادیہ میں ہو، چاہے حفظ میں ہو، وہ مکلّف ہے، اللہ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ کے سارے احکام اس پر لاگو ہوتے ہیں، خطاب اس کی طرف متوجّہ ہوتا ہے کہ یہ کرو اور یہ مت کرو، میرے عزیزو! اپنے آپ کو گناہوں سے بھی بچاؤ اور ہر اس چیز سے بھی بچاؤ جو گناہوں تک لے جانے والی ہے، موبائل کی ضرورت نہیں ہے تو مت رکھو، اگر ضرورت ہے اور سادہ فون سے کام چل سکتا ہے تو اسمارٹ فون (smartphone) مت رکھو، طالبِ علم کو اسمارٹ فون کی کیا ضرورت ہے؟ طالبِ علم کو انٹرنیٹ پر جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے پاس ان سب کاموں کے لئے فرصت کہاں ہے؟

حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ پورا سال خطوط نہیں پڑھتے تھے

حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول یہ تھا کہ سال کے دوران ان کے پاس جو خطوط آتے تھے انہیں کھولتے نہیں تھے، ظاہر ہے کہ خط میں خوشی کی خبر ہوتی ہے یا غمی کی، اور دونوں سے توجّہ بٹتی ہے، اب اگر خط میں یہ خبر ہوگی کہ ہمارے گھر میں شادی آرہی ہے، چچا کے یہاں شادی ہے، ماموں کے یہاں شادی ہے، تو توجّہ بٹے گی، خط میں لکھا ہوگا کہ ماموں کا انتقال ہوگیا، چچا کا انتقال ہوگیا، تو توجّہ ہٹے گی، میرے عزیزو! سوچو کہ اس قسم کی خبر سے کتنی توجّہ ہٹے گی؟ بہت کم، لیکن علم سے تھوڑی دیر توجّہ ہٹے اسے بھی وہ گوارا نہیں کر سکتے تھے، تو پھر کیا کرتے تھے؟ اپنے پاس ایک مٹکا رکھا تھا، جو خط آتا تھا اسے مٹکے میں ڈال

دیتے تھے، جب سال کے اخیر میں پڑھائی اور امتحانات سے فارغ ہوتے تھے تب گھر جانے سے پہلے پورے سال کے خطوط پڑھتے تھے۔[1]

اور اب حالت یہ ہے کہ طالبِ علم کلاس کے دوران بھی message (ایس ایم ایس) دیکھتا ہے، مطالعہ کے دوران بھی message (ایس ایم ایس) دیکھتا ہے، اخبار پڑھتا ہے، فٹ بال (football) اور کرکٹ (cricket) کی خبروں کے پیچھے لگا رہتا ہے، اِن سب چیزوں سے طالبِ علم کو کیا تعلّق؟ عالمِ دین کو کیا تعلّق؟ علمِ نبوّت سے وابستگی رکھنے والے کو کیا تعلّق؟ یہ ساری چیزیں آپ کی توجّہ کو ہٹانے والی ہیں۔

لایعنی اور معصیت سے دور رہو

لایعنی سے بھی دور رہو، معاصی سے بھی دور رہو، دل میں اپنے اساتذۂ کرام کی عظمت، محبت اور عقیدت رکھو، ادب کے ساتھ پیش آؤ، بورڈنگ (boarding) اور کلاس میں ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح رہو کہ کسی کو بھی تکلیف نہ پہنچے اس لئے کہ ایذاءِ مسلم حرام ہے، بیت الخلاء میں جاؤ تو نکلنے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لو کہ میرے بعد آنے والے کو تکلیف تو نہیں ہوگی؟ وضوء کرو تو اُٹھنے سے پہلے دیکھ لو کہ میرے بعد یہاں بیٹھنے والے کو تکلیف تو نہیں ہوگی؟ کمرے میں پانچ ساتھی رہتے ہیں تو سوچو کہ میری وجہ سے دوسروں کو تکلیف تو نہیں ہو رہی ہے؟ میں بے وقت سوتا ہوں، بے وقت اُٹھتا ہوں، کسی کو تکلیف تو نہیں پہنچ رہی ہے؟ میری گندگی کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف تو نہیں ہوتی؟ ایذاءِ مسلم حرام ہے، لیکن طلبہ بار بار اُس کے مرتکب ہوتے ہیں۔

---

[1] متاعِ وقت اور کاروانِ علم، ص: ۲۵۰

علم کی طرح عمل بھی محنت چاہتا ہے

علم پر عمل کرنا ہے، گناہوں سے بچنا ہے، لایعنی سے بچنا ہے، محنت کرنی ہے، علم کے لئے بھی محنت کرنی ہے اور عمل کے لئے بھی، آپ علم کے لئے محنت کرتے ہیں؛ رات کو جاگتے ہیں، صبح جلدی اُٹھتے ہیں، عبارتوں کو رٹتے ہیں، سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، ٹھیک اسی طرح عمل کے لئے بھی محنت کرنی ہے، جس طرح علم محنت چاہتا ہے عمل بھی محنت چاہتا ہے، صرف علم حاصل کرنے سے آخرت میں نجات نہیں ملے گی، علم کے جتنے فضائل ہیں، یہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو علم حاصل کر کے علم پر عمل کریں، اور جو صرف علم حاصل کرتے ہیں اور اس کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے ان کا کیا حشر ہوگا وہ آپ جانتے ہی ہیں، ایک طویل حدیث میں ہے کہ ایسے لوگوں کو قیامت کے دن سب سے پہلے بلایا جائے گا اور علم کے تقاضوں کو پورا نہ کرنے کی وجہ سے جہنّم میں ڈالا جائے گا، راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان کرنے سے پہلے سسکیاں لے کر روئے یہاں تک کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔[1]

علومِ ظاہرہ اور باطنہ دونوں کو حاصل کرو

ہمارے اکابر اور اسلاف نے علم کے ساتھ عمل کا بہت زیادہ اہتمام کیا، ہم مدرسے میں پڑھنے کے لئے آتے ہیں تو ہمارے ذہنوں میں یہ ہوتا ہے کہ مدرسہ ایک علمی مرکز ہے اور میں حصولِ علم کے لئے وہاں جارہا ہوں، بس ذہن میں اتنا ہی ہوتا ہے، اسی وجہ سے اسلاف واکابر میں سے کسی کا تذکرہ ہمارے سامنے آتا ہے تو ہمارا ذہن بس ان کے علمی کمال ہی کی

---

[1] سنن الترمذي، باب ما جاء في الرياء والسمعة، ح(۲۳۸۲)

طرف جاتا ہے، ان کے عملی کمال کی طرف نہیں جاتا، بلکہ ان کے عملی کمال سے ہم واقف بھی نہیں ہوتے، اسی وجہ سے طالبِ علمی کے زمانے میں ایک کمزوری یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ اساتذہ جو علم میں اونچے ہوتے ہیں ان کی طرف ہمارا رجحان بہت ہوتا ہے، لیکن وہ اساتذہ جو صلاح وتقویٰ میں اونچے درجے کے ہوتے ہیں، مگر چونکہ وہ کم درجے کی کتابیں پڑھاتے ہیں اس لئے ان کی طرف ہمارا رجحان نہیں ہوتا یا بالکل کم ہوتا ہے۔

میرے عزیزو! ہم تو مدرسے میں علمِ ظاہری اور علمِ باطنی دونوں کو حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں، لہٰذا علومِ ظاہرہ اور علومِ باطنہ دونوں کی طلب رکھنی چاہئے اور دونوں لائن کا استفادہ کرنا چاہئے، کچھ اساتذہ وہ ہوتے ہیں جو دونوں کے جامع ہوتے ہیں، مجمعُ البحرین ہوتے ہیں، ان کی قدر کرنی چاہئے، لیکن احترام تمام ہی اساتذہ کا ہونا چاہئے۔

ہر استاذ کے لئے کم سے کم سو فیصد احترام ضروری ہے

میں اپنے یہاں طالبِ علموں کو کہا کرتا ہوں کہ تمام اساتذہ کا یکساں احترام، یکساں عظمت اور یکساں محبت یہ ہمارے کنٹرول (control) اور اختیار سے باہر ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ازواجِ مطہّرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کرتے تھے کہ اے اللہ! بیویوں کے درمیان تقسیم میرے اختیار میں ہے، اُس میں تو میں برابری کر رہا ہوں، مگر دل پر میری قدرت نہیں ہے، دل تیرے اختیار میں ہے، اس لئے میرا رجحان اور میری محبت عائشہ کے حق میں زیادہ ہو جائے تو میری پکڑ نہ کرنا۔[1] عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ کسی کا احترام آپ کے دل میں سو فیصد سے زیادہ ہو، کسی کا ایک ہزار فیصد ہو، اس میں کوئی

---

[1] سنن أبي داود، باب في القسم بين النساء، ح(۲۱۳۴)

حرج نہیں، مگر ہر استاذ کے لئے سو فیصد احترام ضروری ہے، اگر سو فیصد میں سے ایک فیصد کی بھی کمی ہوگی تو آپ ناکام رہیں گے۔

بڑے لوگ عمل کی وجہ سے بڑے ہوئے

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ چونکہ ہم علم حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں اور مرکز بھی علمی ہے اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا جب تذکرہ ہوتا ہے تو ذہن صرف ان کے علمی کمالات کی طرف جاتا ہے، کسی طالبِ علم کو پوچھو کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ بتلاؤ تو وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کمالات کو بیان کر سکے گا، عملی کمالات کو بیان نہیں کر سکے گا، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کمالات کو بیان کر سکے گا، عملی کمالات کو بیان نہیں کر سکے گا، اس لئے کہ اُس طرف نظر ہی نہیں جاتی، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جتنے بھی بڑے بڑے لوگ گزرے ہیں وہ اپنے علم کی وجہ سے بڑے نہیں ہوئے، بلکہ عمل کی وجہ سے بڑے ہوئے، اگر ان کی زندگیوں میں بچپن سے عمل نہ ہوتا تو ان کے سینے اس علم کو اخذ کرنے کے قابل نہ بنتے، اور علم حاصل کرنے کے بعد اگر یہ حضرات عمل کا اہتمام نہ کرتے تو ان کے ذریعے علم وسیع پیمانے میں نہ پھیلتا اور یہ حضرات اساطینِ اُمّت میں شامل ہی نہ ہو پاتے، ان کی زندگیوں میں بچپن ہی سے صلاح اور تقویٰ تھا اس لئے علم میں برکت ہوئی، اور علم میں ترقّی کے ساتھ عمل میں ترقّی رہی تو علم اور خدمتِ علم میں برکت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اُمّت کی رہنمائی کا ان سے کام لیا، تو علم کے ساتھ عمل کا بھی اہتمام ہو، جو حاصل شدہ علم پر عمل کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ شانہٗ وہ علم عطا فرماتے ہیں جس سے وہ ناواقف ہوتا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا حیرت انگیز حافظہ

بچپن ہی سے ان حضرات کی زندگیاں پاکیزہ تھیں اور دل گناہوں کی آلودگیوں سے صاف تھے، اسی وجہ سے ان کے قلوب علم کو فوراً اخذ کر لیتے تھے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس درس میں داخلہ لینے کی غرض سے آئے، تو چونکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں داخلے کے لئے قرآنِ کریم کا جیّد حافظ ہونا شرط تھا اس لئے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سب سے پہلے قرآنِ کریم کو یاد کر کے اس پر عبور حاصل کرلو۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے اور اپنے آپ کو قرآنِ مجید کے حفظ کے لئے وقف کر دیا، ایک ہفتے کے بعد اپنے والد کے ساتھ دوبارہ آئے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اطّلاع دی کہ میں نے قرآنِ حکیم حفظ کر لیا ہے اور اچھی طرح مستحضر بھی ہے۔[1] یہ حیرت انگیز حافظہ اس لئے نصیب ہوا تھا کہ زندگی پاکیزہ تھی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا جذبۂ عمل

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی گناہوں سے کتنی پاک تھی اور آپ شریعت پر عمل کا کتنا اہتمام کرتے تھے اس کا اندازہ اس واقعے سے لگائیں! امام محمد رحمۃ اللہ علیہ چودہ سال کی عمر میں ایک دن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور ایک فقہی مسئلہ دریافت کیا کہ اگر کوئی نابالغ بچّہ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد سو جائے اور رات کو صبح صادق سے پہلے عشاء کے وقت ہی میں بالغ ہو جائے تو کیا اسے عشاء کی نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی؟ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جی ہاں۔ ظاہر ہے کہ جس وقت اس نے عشاء کی نماز پڑھی ہے اس وقت وہ مخاطب نہیں تھا، وہ

---

[1] بلوغ الأماني، ص: ۶،۵

نابالغ تھا، وہ مکلّف نہیں تھا، اور چونکہ وہ بالغ ایسے وقت میں ہوا کہ عشاء کے لئے ابھی سبب موجود ہے تو بالغ ہوتے ہی خطاب اس کی طرف متوجّہ ہوا کہ عشاء کی نماز پڑھو، اب اُسے عشاء کی نماز پڑھنی ہوگی، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ یہ جواب سن کر فوراً مجلس سے اُٹھ گئے اور مسجد کے ایک کونے میں جا کر عشاء کی نماز ادا کی، جب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا یہ جذبۂ عمل دیکھا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ان شاء اللہ یہ لڑکا کامیابی کی منزل طے کرے گا۔[1]

گناہوں کی وجہ سے حافظہ کمزور ہو جاتا ہے

جب زندگی گناہوں سے آلودہ ہوتی ہے تو حافظہ متاثّر ہوتا ہے اور علم محفوظ نہیں ہوتا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شَكَوْتُ إِلٰى وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِيْ
فَأَرْشَدَنِيْ إِلٰى تَرْكِ الْمَعَاصِيْ
وَأَخْبَرَنِيْ بِأَنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ
وَنُوْرُ اللّٰهِ لَا يُهْدٰى لِعَاصِيْ

میں نے اپنے استاذ امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی، تو انہوں نے گناہوں کو چھوڑنے کی طرف میری رہنمائی فرمائی، اور مجھے خبر دی کہ علم (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک نور ہے، اور اللہ تعالیٰ کا نور نافرمان کو عطا نہیں کیا جاتا۔

ہمارے اسلاف بچپن ہی سے عاصی نہیں تھے اس لئے علم ان کے سینوں میں جذب

---

[1] بلوغ الأماني، ص: ٦،٥

ہوتا چلا جاتا تھا۔

ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کا محیّرُ العقول حافظہ

محدّث ابوزرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنی لکھی ہوئی ایک علمی بات کے بارے میں فرمایا کہ یہ بات میں نے پچاس سال پہلے لکھی تھی اور اس کے بعد اسے دیکھنے کا دوبارہ موقع نہیں ملا، لیکن اس کے باوجود مجھے معلوم ہے کہ وہ کس کاپی میں ہے، کس صفحے پر ہے اور کس سطر میں ہے۔[1] ایسا محیّرُ العقول حافظہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ان کو حفاظتِ دین کے لئے دیا تھا، اور اس کے لئے سبب یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سینوں کو گناہوں کی گندگیوں سے محفوظ رکھا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حرام غذا سے حفاظت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے دین کی عظیم الشان خدمت لینی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے حرام غذا سے ان کی حفاظت فرمائی، ان کے والد نے انتقال کے وقت فرمایا کہ میں جو مال چھوڑ کر جا رہا ہوں، اس میں کوئی ایک درہم بھی نہ حرام کا ہے نہ شبہے کا۔[2] یہ انتظام خود اللہ تعالیٰ کرتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے دل گندے ہی نہ ہوں، ان کے جسموں کی نشو ونما میں بھی حرام کا لقمہ نہ ہو، آپ بھی اپنے دلوں کو صاف رکھیں، تقوے والی زندگی اختیار کیجئے اور اگر کوئی غلطی ہو جائے تو فوراً توبہ کر لیجئے، پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو علم کی کیسی دولت عطا فرماتے ہیں۔

---

[1] طبقات الحنابلة: ١/١٩٢

[2] هدي الساري، مقدّمة فتح الباري، ص: ٦٧١

تقویٰ اور توبہ کے لئے تزکیہ کی ضرورت

میں انگلینڈ میں نوجوانوں سے کہا کرتا ہوں کہ T&T کو مضبوطی سے پکڑ کے رکھو یعنی taqwa and tawbah (تقویٰ اور توبہ)، آپ اپنے آپ کو یا تو تقویٰ کے پلیٹ فارم (platform) پر پائیں یا توبہ کے پلیٹ فارم پر، بس موت آئے تو آپ یا تو تقویٰ کے پلیٹ فارم پر ہوں یا توبہ کے پلیٹ فارم پر، کوئی تیسری شکل نہ ہو، اور اس T&T کے لئے ایک اور T کی ضرورت ہے: tazkiyah (تزکیہ)، اگر تزکیہ کی محنت ہوگی تو ان شاء اللہ زندگی میں تقویٰ اور توبہ کی صفت آجائے گی۔

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختر
اسے آگیا ہے جینا اسے آگیا ہے مرنا

یہ بہت اچھا موقع ہے، یہاں ما شاء اللہ مشائخ بھی ہیں، مجالسِ وعظ بھی ہوتی ہیں اور مجالسِ ذکر بھی، علم پر بھی محنت کرو اور علم پر عمل کیسے ہو اس کی بھی محنت کرو، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ طَلَبُ الْعِلْمِ فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ، إِنَّمَا طَلَبُ الْعِلْمِ الْخَشِيَّةُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ[1]

فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ کا نام طلبِ علم نہیں ہے، طلبِ علم تو اللہ عزَّ وجلَّ کی خشیت کا نام ہے (کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت پیدا ہو جائے)۔

میرے عزیزو! علم کے حروف اور نقوش بھی حاصل کرو اور مشائخ کی نگرانی میں ہلکے

---

[1] حلية الأولياء: ۱/۳۷۰

پُھلکے انداز میں اپنے تزکیہ کی فکر کرکے علم کا نور بھی حاصل کرو، مشائخ خوب سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ طالبِ علمی کے زمانے میں تزکیہ کے لئے کس حد تک کیا کرنا چاہئے، ان شاء اللہ تعالیٰ وہ آپ کا علمی نقصان نہیں ہونے دیں گے، بلکہ ان کی رہنمائی پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ علمی ترقّی ہوگی۔

قاری رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسباق کی پابندی میں بے مثال اہتمام

میرے عزیز طلبہ! معصیت اور لایعنی ہمارے روگ ہیں، ان کی وجہ سے علم پڑھنے کی یا تو رغبت نہیں رہتی یا کم ہوجاتی ہے، ہمیں کلاس میں آنا اور درس میں شریک ہونا بہت بھاری لگتا ہے، اور یہ طالبِ علمی کی عادت پھر تدریس کے زمانے میں بھی رہتی ہے، ہمارے اکابر درس کے بہت پابند تھے، حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے قاری تھے، ہمارے اکابر میں سے ہیں، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے، سبق کی پابندی اس قدر تھی کہ درس گاہ میں وقت سے آدھا گھنٹہ پہلے آکر پڑھانا شروع کردیتے تھے اور چھٹی کے بعد بھی آدھے گھنٹے تک پڑھاتے رہتے تھے۔[1]

کہیں سفر کرتے تھے، حج اور عمرے کے لئے جاتے تھے اور flight (جہاز) مثال کے طور پر دو بجے ہے، تو ایسا نہیں ہوتا تھا کہ اُس دن چھٹی کرلیتے اور گھر سے روانہ ہوتے یا مدرسے میں آتے تھے اور جلدی گھر چلے جاتے تھے، نہیں، حسبِ معمول مدرسے کے وقت سے آدھا گھنٹہ پہلے مدرسے میں آجاتے تھے اور وہاں سے سیدھے ائیرپورٹ (airport) جاتے تھے، اسی طرح جب واپس ہوتے تھے اور مدرسے کا وقت ہوتا تھا، تو ائیرپورٹ سے

---

[1] تذکرۃ الشیخین، ص: ۳۰۷

پہلے مدرسے میں آتے تھے اور پھر دن بھر کے اسباق پڑھا کر گھر جاتے تھے۔[۱] امام ثعلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس پچاس (۵۰) سال تک طلبِ علم میں آتے رہے، ایک دن بھی ناغہ نہیں ہوا۔[۲] اللہ اکبر! پچاس سال میں ایک دن بھی غیر حاضر نہیں رہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا جذبۂ علم و عمل میں مثالی نمونہ

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جتنی مدّت میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا، اس دوران کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں فجر کی نماز نہ پڑھی ہو۔[۳] آپ فجر کی نماز میں اہتمام سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں پہنچ جاتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی اور مسجد میں نماز پڑھ کر جانے کے نتیجے میں درس شروع ہو جائے اور دیر سے پہنچنے کی وجہ سے ایک آدھ چیز چھوٹ جائے۔

ایک دن یہ ہوا کہ میں درس میں بیٹھا ہوا تھا اور درس کے دوران کسی نے مجھے اطّلاع دی کہ تمہارے بیٹے کا انتقال ہوگیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ تجہیز، تکفین اور تدفین میں جلدی کرنا مسنون ہے، لیکن اگر اُٹھتے ہیں تو درس جاتا ہے اور اگر کہتے ہیں کہ جنازے کو مؤخّر کرو تو خلافِ سنّت ہے، دیکھو! طالبِ علمی کے زمانے میں بھی علم اور عمل دونوں کا کس قدر اہتمام ہے! خبر دینے والے کو کہا کہ تجہیز و تکفین کے بعد دفن کردو، میں درس کے بعد گھر آرہا ہوں۔

---

[۱] تذکرۃ الشیخین، ص: ۱۶۲

[۲] سیر أعلام النبلاء: ۳۶۰/۱۳

[۳] حسن التقاضي في سيرة الإمام أبي يوسف القاضي، ص: ۱۷

بچّہ دفن ہوگیا مگر درس کو نہیں چھوڑا۔[۱] اللہ اکبر! یہ حضرات علم وعمل دونوں کے لئے محنت کرتے تھے اس لئے ان کے علم میں برکت ہوتی تھی۔

علم پر عمل کرو اور اسے دوسروں تک پہنچاؤ

میرے عزیز طلبہ! آپ حصولِ علم میں خوب محنت کریں، علم پر عمل کی بھی خوب محنت کریں، اور اس علم کو دوسروں تک پہنچانے کی بھی سعی کریں، اور یہ سعی اِسی وقت شروع کر دیجئے، میں اپنے یہاں مدرسے میں طلبہ سے کہتا ہوں کہ آپس میں بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا معمول بناؤ، کسی کو کوئی غلط کام کرتے ہوئے دیکھو تو حکمت اور اچھے انداز سے نصیحت کرو کہ بھائی! یہ کام غلط ہے، آپ کیوں کر رہے ہیں؟ آپ اپنے قیمتی وقت کو کیوں ضائع کر رہے ہیں؟ آپ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کیوں کر رہے ہیں؟ آپ مدرسے کا قانون کیوں توڑ رہے ہیں؟

﴿اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ﴾ (النحل: ۱۲۵)
اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھ اور خوش اسلوبی سے نصیحت کر کے بلاؤ۔

اور میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ہر شخص اپنے اندر اس بات کا حوصلہ بھی پیدا کرے کہ اگر ہمیں کوئی بھلائی کی طرف بلائے یا بُرائی سے رُکنے کو کہے تو ہم اسے اپنا خیر خواہ اور محسن سمجھ کر اس کی بات کی طرف توجّہ کریں، دل میں یہ خیال نہ آئے کہ یہ بھی میرے جیسا ایک طالبِ علم ہی تو ہے، یہ کون آگیا مجھے کہنے والا؟ نہیں، اسے اپنا خیر خواہ سمجھو کہ یہ میرے مستقبل کو اور

---

[۱] حسن التقاضي في سيرة الإمام أبي يوسف القاضي، ص:۹

میری آخرت کو بگڑنے سے بچا رہا ہے۔

آپ مستقبل کے علماء ہیں

میرے عزیزو! آپ اپنے آپ کو بنانے کی فکر کرو اس لئے کہ آپ مستقبل کے علماء ہیں، اور جو عالم علم پر عمل نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت بُرا ہوتا ہے، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَالِمًا لَا يَنْتَفِعُ بِعِلْمِهٖ[۱]

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی نظر میں بدترین شخص وہ عالم ہوگا جو اپنے علم سے فائدہ نہ اُٹھائے۔

اسی لئے نفع نہ پہنچانے والے علم سے پناہ مانگی گئی ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ[۲]

اور نفع پہنچانے والے علم کا سوال کیا گیا ہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا[۳]

خلاصہ

تو آپ کو محنت کر کے علم حاصل کرنا ہے، اس پر عمل کرنا ہے، دوسروں تک پہنچانا ہے، اسی طرح طالبِ علمی کے دوران ہلکے پُھلکے معمولات بھی رکھو؛ روزانہ قرآن مجید کی

---

[۱] حلية الأولياء: ۱/۲۲۳

[۲] صحيح مسلم، باب التعوّذ من شرّ ما عمل ومن شرّ ما لم يعمل، ح(۲۷۲۲)

[۳] سنن ابن ماجه، باب ما يقال بعد التسليم، ح(۹۲۵)

تلاوت کرو، ایک پارہ پڑھو، ایک پارہ نہیں تو پونا پارہ پڑھو، اگر پونا نہیں تو آدھا پڑھو، آدھا نہیں تو پاؤ پڑھو، روزانہ کچھ نہ کچھ ذکر بھی ہو؛ کلمۂ طیبہ سو مرتبہ، استغفار سو مرتبہ، اور درود شریف کے بارے میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ روزانہ کم سے کم تین سو مرتبہ پڑھنا چاہئے۔[1] یہاں سے کمرے میں جاتے ہوئے آسانی سے سو مرتبہ ہو جائے گا، اسی طرح کمرے سے آتے ہوئے سو مرتبہ، یہ تسبیحات تو چلتے پھرتے ہی ہو جائیں گی، مسنون دعاؤں کو بھی یاد کر کے پڑھنے کا اہتمام کرو، نماز کے بعد کے اوراد پڑھو، ان چیزوں سے طلبِ علم میں حرج نہیں ہوگا، بلکہ ان کی برکت سے دل میں نورانیت پیدا ہوگی جس کے نتیجے میں دل علم کو جلدی جذب کرے گا، مدرسے کے قوانین کی پابندی کرو، اور جہاں کہیں موقع ملے وہاں ہلکے پھلکے انداز میں دین کی باتیں کرو، بھائیوں کو، بہنوں کو، والدین کو، رشتہ داروں کو، دوستوں کو، اسی طرح جو لوگ بُرے ماحول میں اور بُری صحبت میں وقت گزارتے ہیں، انہیں حقیر سمجھے بغیر ان کی صحبت سے بچو، مگر ہلکی پھلکی دین کی دو چار باتیں انہیں بھی ضرور کہہ دو۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ مجھے اور آپ کو علم کی قدر دانی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آپ طالبِ علم ہیں، آپ کی دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں، اس لئے اساتذہ اور اکابر کے ساتھ آپ کی خدمت میں بھی گزارش ہے کہ میرے لئے دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم پر قائم رکھیں، اپنی رضا کے کام کرنے کی توفیق دیں، اور جب بھی وقتِ آخر آئے تو اللہ تعالیٰ حسنِ خاتمہ نصیب فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

---

[1] تذکرۃ الرشید: ۱۵۴/۲

ماٰخذومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مؤلّف	مکتبہ
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل،مصر
۲	صحيح مسلم	الإمام مسلم	دار التأصيل،مصر
۳	سنن أبي داود	الإمام أبو داود السجستاني	مؤسسة الريّان،بيروت
۴	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسى الترمذي	دار التأصيل،مصر
۵	سنن ابن ماجه	الإمام ابن ماجه القزويني	دار التأصيل،مصر
۶	مسند أحمد	الإمام أحمد بن حنبل	مؤسسة الرسالة،بيروت
۷	شعب الإيمان	الإمام البيهقي	دار الكتب العلمية،بيروت
۸	سنن الدارمي	الإمام الدارمي	دار التأصيل،مصر
۹	المعجم الكبير	الإمام الطبراني	مؤسسة الريّان،بيروت
۱۰	حلية الأولياء	العلّامة أبو نعيم الأصبهاني	دار الفكر،بيروت
۱۱	هدي الساري،مقدّمة فتح الباري	العلّامة ابن حجر العسقلاني	دار السلام،الرياض
۱۲	تذكرة الحفّاظ	العلّامة الذهبي	دار إحياء التراث العربي،بيروت
۱۳	تهذيب الكمال	الحافظ المزّي	مؤسسة الرسالة،بيروت
۱۴	سير أعلام النبلاء	العلّامة الذهبي	مؤسسة الرسالة،بيروت
۱۵	طبقات الحنابلة	الإمام ابن أبي يعلى الحنبلي	دار الكتب العلمية،بيروت
۱۶	صفة الصفوة	الإمام ابن الجوزي	دار الحديث،القاهرة
۱۷	مناقب الإمام أحمد	الإمام ابن الجوزي	دار هجر،مصر
۱۸	حسن التقاضي في سيرة الإمام أبي يوسف القاضي	الشيخ محمد زاهد الكوثري	المكتبة الأزهرية للتراث، القاهرة

۱۹	بلوغ الأماني	الشيخ محمد زاهد الكوثري	المكتبة الأزهرية للتراث، القاهرة
۲۰	تدريب الراوي	الإمام السيوطي	دار المنهاج، جدّة
۲۱	السعاية في كشف ما في شرح الوقاية	العلّامة محمد عبد الحيّ اللكنوي	المطبع المصطفائي
۲۲	تذکرۃ الرشید	مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی صاحب	دار الکتاب، دیوبند
۲۳	آپ بیتی	مولانا محمد زکریا کاندھلوی صاحب	دار الاشاعت، کراچی
۲۴	تذکرۃ الشیخین	حافظ محمد اسحٰق ملتانی صاحب	ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان
۲۵	اصلاحی خطبات	مفتی محمد تقی عثمانی صاحب	میمن پبلشرز، کراچی
۲۶	ملفوظاتِ حکیم الامّت	مولانا اشرف علی تھانوی صاحب	ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان
۲۷	مولانا الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت	مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب	طیب پبلشرز، لاہور
۲۸	متاعِ وقت اور کاروانِ علم	مولانا ابن الحسن عباسی	متکبہ عمر فاروق، کراچی

دیگر مطبوعات

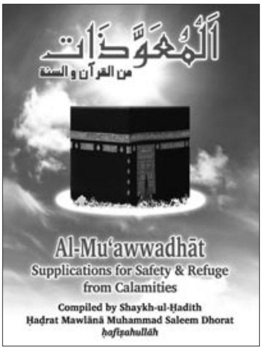

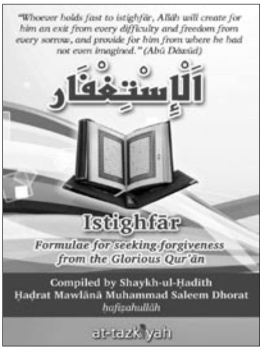

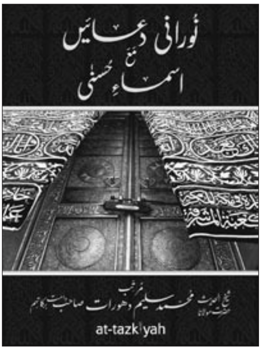

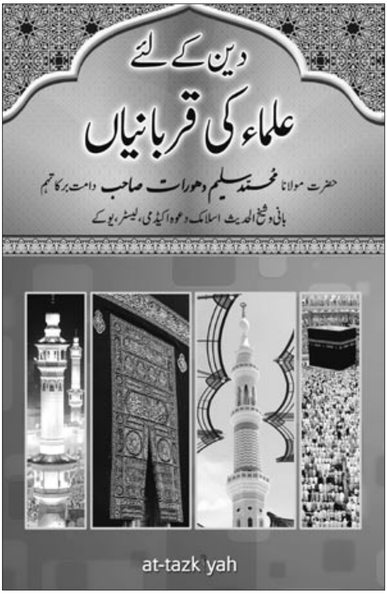

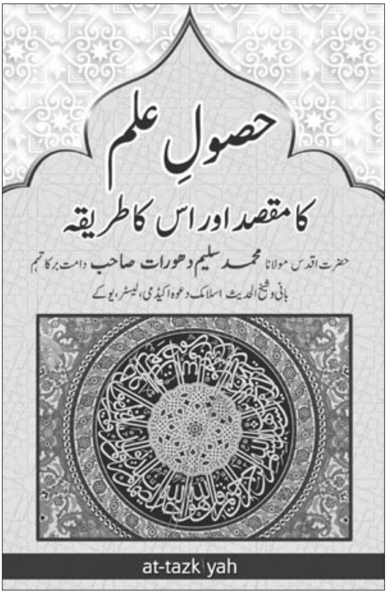

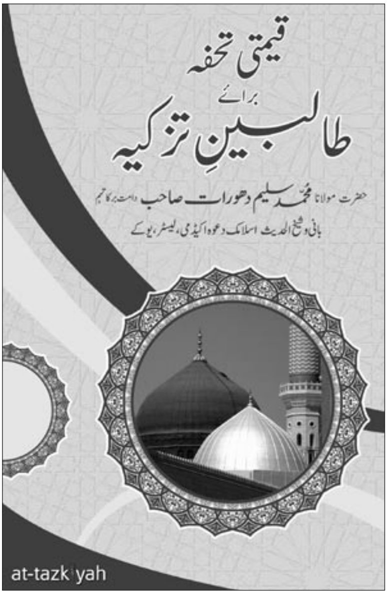

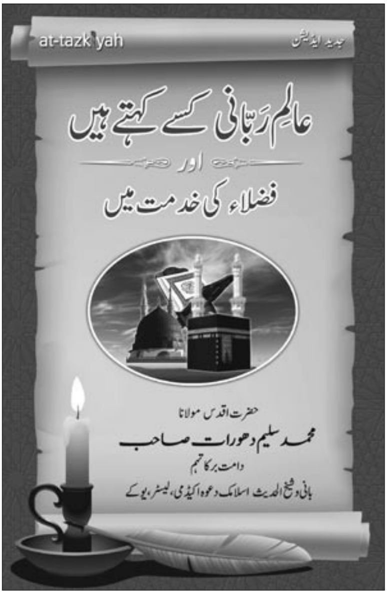

at-tazkiyah

e-mail: publications@at-tazkiyah.com

www.at-tazkiyah.com